نکاح وطلاق
اور ہماری ذمہ داریاں
حسب ایماء
حضرت مولانا مفتی حکیم احمد حسن خان صاحبؒ
(سابق مفتئ شہر جے پور)
مرتبہ
مفتی محمد ذاکر صاحب (مفتئ شہر جے پور)
ناشر
دار المطالعہ فاروقیہ، جے پور

نکاح وطلاق

اور ہماری ذمہ داریاں

حسب ایماء

حضرت مولانا مفتی حکیم احمد حسن خان صاحبؒ

(سابق مفتیٔ شہر جے پور)

مرتبہ

مفتی محمد ذاکر صاحب

(مفتیٔ شہر جے پور)

ناشر

دار المطالعہ فاروقیہ، جے پور

تفصیلات

نام کتاب : نکاح وطلاق اور ہماری ذمہ داریاں

ترتیب : مفتی محمد ذاکر جے پوری (مفتئ شہر جے پور)

صفحات : ۱۵۷

سن اشاعت : شعبان ۱۴۳۴ھ مطابق جون ۲۰۱۳ء

اشاعت دوم : ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق جنوری ۲۰۱۷ء

تعداد : ۱۰۰۰

قیمت :

ملنے کا پتہ

دار المطالعہ فاروقیہ

بڑ والی مسجد، بابو کا ٹیبہ جے پور۔

موبائل نمبر (9587379577)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

کلمات طیّبات

نمونۂ اسلاف حضرت مولانا الحافظ الحاج الحکیم المفتی احمد حسن خانصاحب
نفع اللہ المسلمین بطول بقائہ۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الحمد للہ العلیم العظیم والصلوۃ والسلام علی رسولہ النبی اللہ الکریم

اما بعد! رسول علیہ السلام کاارشاد گرامی ہے''نکاح میری سنت ہے'' دوسری جگہ وارد ہوا ہے'' نکاح کرو اور طلاق نہ دو'' نکاح وازدواجی زندگی مسنون ومطلوب ہے، اور طلاق مبغوض وناپسندیدہ ہے، فی زمانہ حقوق زوجین کے سلسلے میں بےتوجہی برتی جارہی ہے، نکاح کے مقاصد الفت ومؤدت باہمی اتفاق واتحاد مفقود نہیں تو کم ضرور ہوتا جارہا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ بلا ضرورت بھی طلاقیں بکثرت واقع ہورہی ہیں۔ پیش نظر رسالہ'' نکاح وطلاق اور ہماری ذمہ داریاں'' میں نکاح کے فضائل ومحاسن اور طلاق کی شاعت وخرابیوں کو اجاگر کیا گیا ہے، نیز طلاق کی ضرورت پیش آجانے پر کیا طریقۂ کار اختیار کیا جائے اس مضمون کو مدلّل لکھ دیا گیا ہے، عزیزم میاں محمد ذاکر سلّمہ کو اللہ رب العزت جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے حالات کی نزاکت اور موقعہ کی ضرورت کو محسوس کیا، اور آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ نیز عبارات فقہاء کا کافی ذخیرہ یکجا کردیا ہے۔ پروردگار موصوف کو مزید اخلاص واستقامت عطا فرمائے۔ اور علم وعمل میں اضافہ فرمائے، اور سب کے لئے اس رسالہ کو مفید ونافع بنائے۔

(ورحم اللہ عبداً قال آمینا)

احمد حسن غفرلہ

دارالافتاء، عرفانی دواخانہ، جے پور۔

۲۲/جمادی الآولیٰ ۱۴۳۴ھ م ۴/اپریل ۲۰۱۳ء

تأثرات

حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی مدظلہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم :اما بعد!

شریعت مطہرہ میں نکاح باہمی الفت ومحبت اور پرسکون زندگی گذارنے کے لئے مشروع ہوا ہے، اسی لئے اس کو شادی خانہ آبادی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس لئے قرآن وحدیث میں میاں بیوی کے حقوق متعین کئے گئے ہیں اگر طرفین ان حقوق کو ادا کریں تو زندگی یقینا بہترین زندگی اور خوشگوار زندگی گذرے اور ہمارے گھر جنت کا نمونہ بن جائیں گے، افسوس آج کل طرفین کے حقوق اور ذمہ داریوں کو بالکل فراموش کر دیا گیا۔ اپنے ذمہ جو دوسرے کا حق ہے اس کو ادا کرنے کے بجائے ظلم وزیادتی اور مزید اپنے حق کا مطالبہ اور مزاج کے خلاف معمولی بات پیش آنے پر تین طلاق دیدی جاتی ہیں ۔بعض دفعہ خود بیوی طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اور حالات ایسے بناتی ہے کہ طلاق دینی پڑتی ہے اور پھر دونوں گھرانوں میں لڑائی جھگڑے، مقدمات کا سلسلہ چلتا ہے ۔ دونوں گھر برباد ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے ۔ضرورت تھی کہ اس موضوع پر کوئی کتاب ہوتی جس میں طرفین کے حقوق اور ان کی ذمہ داریوں اور اختلاف کی شکل میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے ۔جس سے گھر تباہی سے بچ جائے ۔ اس نوع کی چیزوں کو بیان کیا جاتا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے محب مکرم مولانا مفتی محمد ذاکر جے پوری زید مجدہم کو کہ موصوف نے اس ضرورت کا احساس فرمایا اور ”نکاح وطلاق اور ہماری ذمہ داریاں“ نامی کتاب قرآن واحادیث کی روشنی میں تالیف فرمائی اور موضوع سے متعلق مفید اور قیمتی مضامین جمع فرمادیئے ۔اگر اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے اور گھر گھر میں اس کو پڑھ کر سنایا جائے تو انشاء اللہ بہت مفید ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بے حد قبول فرمائے اور طرفین کی اصلاح اور گھروں کی درستگی کا ذریعہ بنائے آمین فقط۔

محمد فاروق غفرلہ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور، میرٹھ یوپی، ۶/۷/۱۴۳۴ھ

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی زید مجدہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

نکاح وطلاق معاشرتی مسائل کے دو اہم عنوان ہیں۔ نکاح اللہ جل شانہ کی ایک عظیم نعمت، رسول رحمت فداہ ابی وامی کی پاکیزہ سنت اور زوجین کے لیے سراپا رحمت ہے۔ شریعت مطہرہ نے ہمیں خوشگوار ازدواجی زندگی کے لیے بڑا ہی عادلانہ نظام عطا کیا ہے، جس کی رعایت کرنے سے گھریلو زندگی جنت کا نمونہ بن سکتی ہے۔

اسی طرح اس پاکیزہ رشتہ میں کبھی کبھی تلخیاں بھی دراندازہو جاتی ہیں جن کی اصلاح کے لیے قرآن وسنت میں درجہ بدرجہ واضح ہدایات موجود ہیں۔ اصلاح حال کی ہر کوشش ناکام ہوجانے کی صورت میں جب نباہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو بدرجہ مجبوری ہوشمندی کے ساتھ طلاق کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اور جس طرح نکاح سے متعلق مسائل، احکام اور آداب کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اسی طرح طلاق سے متعلق بھی ہر پہلو پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے کہ اگر طلاق کی نوبت آہی جائے تو طلاق کب دی جائے، کیسے دی جائے اور کتنی دی جائے۔

زیر نظر کتاب میں مولانا مفتی محمد ذاکر صاحب جے پوری نے نکاح وطلاق سے متعلق تمام ضروری امور کو بہت تفصیل کے ساتھ جمع فرمادیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب نکاح وطلاق کے معاملات میں بہترین رہنما ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی خدمت کو قبول فرمائے۔ اور مزید خدمات کی توفیق بخشے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند، ۹ / رجب ۱۴۳۴ھ

مقدمہ

حضرت مولانا الحاج محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ الغر المیامین، ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین، ودعا بدعوتھم أجمعین۔ أما بعد!

مسلمانوں کے معاشرتی نظام کا بڑا حصہ ان کے ازدواجی معاملات اور تعلقات سے تعلق رکھتا ہے، اور یہ دونوں انسانی نفسیات وجذبات سے بہت جڑے ہوتے ہیں، لہذا انسانوں کے خالق ومالک نے ان کے لیے بہترین وسازگار اصول وہدایات عطا کی ہیں، اس سلسلہ میں بھی رب العالمین کی عطا کردہ ہدایات پر جس قدر عمل ہوتا ہے، اسی قدر اس میں خیر وصلاح بلکہ راحت وخوشدلی حاصل ہوتی ہے، لیکن انسان اپنی خواہشات نفس سے عام طور پر اتنا متاثر ہوتا رہتا ہے کہ اپنے عمل میں اپنے رب کی پسند سے اور ہدایت سے دور ہوجاتا ہے، اگر ہم نفس وخواہش کو قابو میں لاسکیں، تو ہماری زندگی بڑی خوشگوار ہوسکتی ہے، اس کے لیے علمائے دین اپنے مواعظ کے ذریعہ اور ملفوظات کے ذریعہ کوشش کرتے رہے ہیں، ضرورت ہے کہ ہم اپنے پروردگار اور اس کے رسول خاتم الانبیاء ﷺ کی طرف سے جو ہدایات ہیں، ان کو معلوم کرکے ان پر عمل کی کوشش کریں۔

مکرم مولانا مفتی محمد ذاکرنعمانی جے پوری تلمیذ وبرادرزادہ مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کراچوی رحمۃ اللہ علیہ استاذ حدیث ومفتی جامعۃ الہدایۃ جے پور نے ازدواجی زندگی کے سلسلہ میں قرآن وسنت سے حاصل کردہ رہنمائی میں یہ پیش نظر مفید کتاب بعنوان ''نکاح وطلاق اورہماری ذمہ داریاں'' تیارکی ہے،جس میں نکاح کے دینی اور دنیوی فوائد بیان کیے ہیں ، اور بتایا ہے کہ زوجین کے باہم حقوق اورطلاق کی قرآن وحدیث کی روشنی میں ناپسندیدگی اور بدرجہ مجبوری طلاق دینی ہوتو وہ عمل تدریجاً ہو، اور غصہ کے بارے میں مستقل باب دیا ہے، اسی طرح غصہ کا علاج حدیث کی روشنی میں بیان کیا ہے، اسی طرح طلاق کے دنیوی نقصانات اورشوہر، بیوی ، بچوں اورگھر پراس کے جو اثرات پڑتے ہیں اورنقصانات ظاہرہوتے ہیں، ان کوبھی بیان کیا ہے۔

چونکہ مصنف مفتی محمد ذاکرنعمانی اپنے دور کے بڑے عالم حدیث وفقہ مولانا عبدالرشیدنعمانی کے قریب رہ کراچھا استفادہ کرچکے ہیں، اورجامعۃ الہدایۃ جے پورمیں زمانے سے تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں، اس لیے ان کی یہ کتاب ایک مفید اوررہنما کتاب ثابت ہوگی، اللہ تعالیٰ سے اس کی قبولیت کے لیے دعا ہے۔

محمدرابع حسنی ندوی
ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۲/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ
مطابق ۲/جون ۲۰۱۳ء

تقریظ

حضرت مولانا الحاج محمد یوسف صاحب ندوی زید مجدہم
استاذ حدیث وتفسیر وصدر المدرسین جامعۃ الہدایۃ، جے پور

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی :اما بعد!

قال اللہ تعالیٰ :

"خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً"

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے فائدے کے لئے تم میں سے جوڑوں کو پیدا کیا تا کہ تم اپنی بیویوں سے سکون پاؤ، اور تمہارے درمیان محبت وشفقت رکھ دی ، اسلام امن وسلامتی کا دین ہے، جو پاکیزہ اخلاق اور حسن معاشرت کی تعلیمات سے مزین ہے، کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو معاشرہ امن وسکون اور اخوت ومحبت کا گہوارہ بن جائے اور نکاح ایک عظیم نعمت خداوندی ہے، جو بے شمار دنیاوی واخروی، جسمانی وروحانی، فوائد ومنافع کا جامع ہے، مگر احکام خداوندی اور سنت واسوۂ نبوی سے دوری اور غفلت نیز نفسانیت اور ذلیل وحقیر اغراض کی پیروی کی وجہ سے آج ہمارا معاشرہ نعمت نکاح کے حقیقی ثمرات وبرکات سے محروم ہے اور اکثر گھروں میں کہیں کلی طور پر اور کہیں کچھ کم صورت حال یہ ہے کہ زندگی کا سفر انتہائی تلخیوں، کدورتوں بلکہ عداوتوں اور رقابتوں سے بے مزہ بلکہ عذاب بنتا جا رہا ہے ۔ اس انتہائی حساس اور سلگتے ہوئے عالمگیر مسئلہ کی جانب توجہ کی سعادت "مفتی محمد ذاکر صاحب" کو نصیب ہوئی، جو علم صحیح وعمل واخلاق کا پیکر ہیں۔

اور برکت راجستھان **حضرت مفتی احمد حسن خان صاحب مدظلہ** (در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق کے مصداق) کے ارشد تلامذہ میں اور حقیقی معنوں میں علمی وارث ونائب ہیں ،حضرت موصوف نے اپنی بالغ نظری اور دقائق وحقائق رسی سے **"نکاح وطلاق اور ہماری ذمہ داریاں"** نامی اس تصنیف میں قرآن وحدیث اور ائمہ وفقہاء کی تحقیقات کی روشنی میں مسئلہ کے ہر پہلو کو ایسا اجاگر فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں ہونے والی کوتاہیوں ، مظالم ومفاسد کے علاج وسد باب کے لئے کافی اور شافی ہے۔ اور ناقابل حل انتہائی پیچیدہ صورتوں کا آسان علاج ہے۔ **"ترتیب طلاق کے پانچ درجات" "طلاق کب دی جاسکتی ہے اور کن حالات میں نہیں" "طلاق کے ممکنہ اسباب جن سے بچنے کی کوشش کی جائے"** وغیرہ عنوانات نیز برمحل اشعار کو قند مکرر کے طور پر ذکر کرنے سے مفتی صاحب کی علمی گہرائی وگیرائی کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ اگر کتاب کے مضامین کو عملی طور پر اپنایا جائے جو در حقیقت قرآن وسنت کا عطر وخلاصہ ہے۔تو ادائیگئ حقوق کی برکت سے ایسا پاکیزہ ماحول اور محبت ویگانگت کی ایسی مبارک فضا پیدا ہوگی جو نہ صرف زوجین کی زندگی مسرت وشادمانیوں سے بھر پور ہوگی بلکہ دو خاندانوں اور آئندہ کی نسلوں تک اس کے مثبت اثرات وفوائد وبرکات جاری ہوں گے۔ ہمیں چاہئے کہ ان روشن ہدایات سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے گھروں میں پیار کے دیپ جلائیں ،شیطان کے جی کو جلائیں اور امن وچین کی بانسری بجائیں۔ **اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی**۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

محمد یوسف غفرلہ

۵ رشعبان ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مؤلف

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین
محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین ۔أما بعد!

منظور ہے گزارش احوال واقعی　　　اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے تجرد (اکیلا پن وکنوار پن) کی زندگی کو مستحسن نہیں جانا گیا، اس لئے نکاح مشروع کیا گیا ہے۔ اسلام کی منشاء یہ ہے کہ نکاح دائمی نیت سے کیا جائے، اسی لئے متعہ اور نکاح مؤقت سے منع کیا گیا ہے، طے کردہ حلالوں پر لعنت کی گئی، عموماً نکاح ہمیشہ قائم ودائم رہنا چاہیئے۔ زوجین کو ازدواجی زندگی کے درمیان کچھ دقتیں آسکتی ہیں، بعض مواقع پر اختلافات پیدا ہو سکتے ہیں، اسی لئے حسن معاشرت کو بیان کیا گیا، تاہم اگر کبھی، کہیں نباہ واتفاق واتحاد کی راہ قائم نہ ہو سکے تو تفریق کے لئے طلاق، خلع، فسخ کی صورتیں رکھی گئیں ہیں، افسوس کی بات یہ ہے کہ طلاقوں کی کثرت ہوتی جارہی ہے اور وہ بھی بغیر کسی تدبیر وتدبر، وغور وفکر، اور بدون استخارہ واستشارہ کے، جو بعد میں شرمندگی وزحمت کا باعث بن جاتی ہے۔ طلاق کو ایک کھیل یا معمولی بات سمجھ لیا گیا ہے۔ ایک واقعہ علم میں آیا کہ ایک مقام پر باپ بیٹے میں نزاع ہو گیا، نوبت سخت کلامی تک پہنچ گئی، بیٹے نے اپنے باپ سے کہا چپ ہوجاؤ، ورنہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیدوں گا۔ باپ نے جواب دیا، دیدے، اس نے یکے بعد دیگرے تین طلاقیں دیدیں، غصہ آیا باپ پر،

اتارا بیوی پر، کسی کی بیٹی لا کر اس طرح اس کی زندگی سے کھلواڑ کرنا اور پھر باپ کا طلاق کے لئے ہاں کہہ دینا، افسوس کی بات تو ہے۔لیکن تعجب وتحیر کی نہیں۔اس لئے کہ وہ اس کی بیٹی نہیں، بلکہ بہو تھی۔ کیا سماج ومعاشرے کی ذمہ داری نہیں کہ سد باب وروک تھام کے لئے کچھ سوچے اور اقدام کرے؟

روزمرّہ ایسے واقعات بلکہ کہنا چاہئے حادثات وسانحات پیش آرہے ہیں۔ اور اس کے وقوع کے بعد یا تو کوئی احساس ہی نہیں ہوتا اور مسئلہ دریافت کرنیکی ضرورت ہی نہیں معلوم ہوتی، یا اگر احساس ہوتا ہے تو بعض احباب واقرباء رائے دیتے ہیں کہ ''کونسے تم شریعت پر پورا عمل کررہے ہو اور پھر شریعت محمدی پر عمل کرنا تو تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہے، جہاں اور بہت سے گناہ کررہے ہو وہاں ایک گناہ یہ بھی سہی'' کہیں شوہر کے الفاظ وبیانات بدلتے رہتے ہیں، اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ اس موضوع پر قرآن وحدیث واجماع امت کی روشنی میں اور تجربات ومشاہدات سے نکاح کے فضائل وفوائد اور طلاق کی مضرت وکلفت بالخصوص غیر شرعی طلاق کی شناعت وقباحت لکھ دی جائے، چوں کہ لوگ بعد میں یہ کہتے ہیں کہ ہم کو تو معلوم ہی نہ تھا کہ تین سے کم بھی طلاق ہوتی ہے۔اور جس وقت طلاق کا ماحول بننے لگے تو وہ پہلے سے اس کے نتائج وعواقب سے واقف رہیں، چونکہ اس کتابچہ کا مقصد و موضوع طلاق سے حتی الامکان بچنا اور رکنا ہے اس لئے اس سے متعلق آیات واحادیث وفقہی مضامین شامل کئے گئے ہیں۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دوسرے حضرات کے حقوق وآداب کی طرف سے صرف نظر کرلی جائے۔اسلام نے افراط وتفریط کی تعلیم نہیں دی ہے، بلکہ اعتدال واستقامت ومیانہ روی کی تعلیم وتلقین کی ہے۔اس لئے حقوق والدین، حقوق جار وغیرہ پر بھی رسائل ومضامین دیکھنے وپڑھنے چاہئیں۔

طلاق چونکہ عام طور پر غصہ میں دی جاتی ہے اس لئے غصہ کی مضرت اور اس کا علاج احادیث نبویہ کی روشنی میں لکھ دیا گیا، اس کتابچہ میں جو مضامین آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ وفقہاء امت کی عبارات کی روشنی میں لکھے گئے ہیں وہ سب کے لئے مشعل راہ اور لائق عمل ہیں۔ البتہ جو امور تجربات ومشاہدات اور ذاتی رائے پر مبنی ہیں اس سے کسی کو بھی اختلاف رائے کا یقینا حق ہے اور اس پر ناچیز راقم الحروف کو قطعاً اصرار نہیں ہے۔

اثر کرے نہ کرے سن تو لے مری فریاد　　نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد

حضرات وکلاء صاحبان سے بطور خاص گذارش ہے کہ وہ اپنے مؤکل کے لئے طلاق نامہ تیار فرمائیں تو صرف ایک طلاق رجعی ہی لکھی جائے، اور اگر معاملہ زیادہ نازک ہو تو زیادہ سے زیادہ بس ایک طلاق بائن لکھ دی جائے، اگر میاں بیوی یا ان کے اہل خانہ کی باہم رنجش وعداوت ہوگئی، تو شریعت غرّاء کے طریقۂ کار سے کیا ناراضگی؟ جو بھی عمل کرنا ہے وہ شریعت کے بتائے ہوئے حدود واحاطہ میں رہ کر کرنا ہے، اسی میں عزت ورفعت ہے اور اسی میں ذلّت ونکبت سے تحفظ ہے، پاک پروردگار محض لطف وکرم سے اس کتابچہ کو قبول عام عطا فرما کر امت مسلمہ کے لئے مفید وکارگر فرمائے، ناچیز راقم الحروف کو اخلاص واستقامت سے نوازے، کوئی بات قابل اصلاح اور لائق مشورہ ہو تو مطلع فرمائیں، واللہ یحب المحسنین۔

محمد ذاکر غفرلہ

۵/ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ م ۱۶/فروری ۲۰۱۳ء

فضائل نکاح

۱۔ قال اللہ تعالیٰ :وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (النور۔۳۲)
تم میں سے جن (مردوں یا عورتوں) کا اس وقت نکاح نہ ہو (جو بے نکاحی ہوں) ان کا بھی نکاح کراؤ، (آسان ترجمۂ قرآن،عثمانی)

۲۔ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ۔(النساء۔۳) عورتوں میں سے کسی سے نکاح کرلو، جو تمہیں پسند آئیں، دو دو سے، تین تین، چار چار سے، ہاں اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم ان بیویوں کے درمیان انصاف نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔

تشریح:۔ جاہلیت کے زمانے میں بیویوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں تھی ۔ ایک شخص بیک وقت دس دس ،بیس بیس،عورتوں کو نکاح میں رکھ لیتا تھا، اس آیت نے اس کی زیادہ سے زیادہ حد چار تک مقرر فرمادی۔ اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ انسان تمام بیویوں کے درمیان برابری کا سلوک کرے۔ اور اگر بے انصافی کا اندیشہ ہو تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ایسی صورت میں ایک سے زیادہ نکاح کرنے کو منع فرمادیا گیا ہے۔ص ۲۴۸۔آسان ترجمۂ قرآن۔

۳۔ عَنْ أَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ :اَلْحَيَاءُ ، وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ ،
سنن ترمذی رقم حدیث ۱۰۸۰ ص ۱۷۵۵،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: چار چیزیں رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں شرم وحیا اور خوشبو استعمال کرنا، اور مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔

۴۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَابٌ لَا نَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ○

(جامع ترمذی ص ۱۷۵۵ رقم حدیث ۱۰۸۱۔ ومثلہ فی صحیح البخاری)۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، اور ہم جوان تھے، کسی چیز پر ہماری قدرت نہ تھی۔ (شادی کے لئے مہر نان ونفقہ، سکنیٰ وغیرہ) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے نوجوانوں کے گروہ، تم شادی ضرور کرو، پس بیشک وہ نظروں کے پست رکھنے کا باعث ہے، اور پاکدامنی کا محافظ ہے۔

اور جو کوئی تم میں سے شادی کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزہ لازم پکڑ لے (روزہ رکھے) پس بیشک روزہ اس کے لئے قاطع شہوت ہے۔ (حدّ اعتدال میں رہنے کا سبب ہے)

۵۔ تَنَاكَحُوْا تَنَاسَلُوْا تَكْثُرُوْا فَإِنِّيْ مُبَاهٍ بِكُمُ الْأُمَمَ، رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاق، والبيهقي كذا في۔ عقبات الزواج وطُرقُ معالجتها على ضوء الاسلام، ص ۱۷۔ نکاح کرو نسل بڑھاؤ امت میں اضافہ کرو پس بیشک میں تمہاری کثرت کو دیکھ کر دوسری امتوں پر فخر کرنے والا ہوں گا۔

۶۔ اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ لَمْ یَعْمَلْ بِسُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ ، سنن ابن ماجہ رقم حدیث ۱۸۴۶، کذافی کنوز الحقائق ص ۲۴۳ ج ۲۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نکاح میری سنت ہے پس جو شخص میری سنت پر عمل نہ کرے وہ میرے طریق پر نہیں۔

۷۔ ازدواجی زندگی اور بیوی بچوں والا ہونا کوئی عیب نہیں بلکہ انبیاء کرام کی شان ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً (الرعد۔۳۸)

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے ہیں، اور انہیں بیوی بچے بھی عطا فرمائے ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں۔ تعلق نکاح کا ایک اور اثر سنیئے وہ اثر یہ ہے کہ میاں بیوی میں چاہے کیسی لڑائی ہو جائے مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر پوری صفائی ہوجاتی ہے۔ اور ایسی صفائی ہوتی ہے کہ پہلے رنج کا مطلق کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔..... اور دل کو صاف کرلیتی ہے۔ کہ ذرا اس کے دل میں کینہ نہیں رہتا بلکہ مثل سابق بدستور شوہر کی خیر خواہ جاں نثار ہوجاتی ہے۔ خطبات حکیم الامت، جلد چار، صفحہ ۵۴۰۔

نکاح کے فوائد وثمرات

۱۔ نسل انسانی کا چلنا اور بڑھنا۔

چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً۔ (النساء۔۱)

اے لوگوں: اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلا دیئے، (توضیح القرآن۔عثمانی)

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ۔ (النحل۔۷۲)

اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیویاں بنائی ہیں۔ اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے ہیں اور تمہیں اچھی اچھی چیزوں میں سے رزق فراہم کیا ہے۔

ایک دوسری جگہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا، وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا۔ (الفرقان۔۵۴) اور وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا۔ پھر اس کو نسبی اور سسرالی رشتے عطا کئے، اور تمہارا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔

۲۔ نکاح کی بدولت نسب کی حفاظت رہتی ہے، اس نسب سے ہی لوگوں کی ذاتی پہچان ہے اور انسانی کرامت وشرافت کا اس پر دار و مدار ہے، جہاں آل اولاد اپنے آباء واجداد پر فخر کرتی اور انہیں یاد رکھتی ہے اسی طرح طبعی طور پر انسان کی خواہش وتمنا بھی ہوتی ہے کہ اس کی پشت سے اس کی نشانی قائم رہے، اور نسل چلے۔

چنانچہ قرآن حکیم میں مذکور ہے۔

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادٰى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ۔

(الانبیاء۔۸۹)

اورزکریا کو دیکھو! جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا کہ :

یارب ! مجھے اکیلا نہ چھوڑ یئے، اور آپ سب سے بہتر وارث ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی کوئی اولاد نہیں تھی، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیٹے کے لئے دعا کی تو انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عطا فرمایا گیا۔ (توضیح قرآن)

۳۔ مرد وعورت میں ایک دوسرے کی طرف طبعی وفطری میلان ہوتا ہے، معاشرہ میں کوئی خرابی نہ آئے شرم وحیا کی پاسداری رہے، اس کے لئے نکاح مفید ہے کہ اس میں حلال طریق سے امکانی خرابیوں سے بچا جا سکتا ہے۔

۴۔ نکاح کے بعد اولاد کی تربیت خانگی امور کو تقسیم کار سے چلانے ونبھانے کے لئے زوجین کو باہمی تعاون حاصل رہتا ہے، جہاں شوہر بیرونی مسائل آمدنی ونان ونفقہ کے انتظام میں مشغول ہوتا ہے وہیں عورت خانگی اندرونی مسائل حل کرتی ہے اور بچہ کی تعلیم وتربیت کرتی ہے، جن مواضع پر مرد وزن کے جنسی تعلقات کے لئے نکاح کو لازم قرار نہیں دیا گیا وہاں بے باپ کی اولاد راندۂ درگاہ اور بھٹکتی حیران و پریشان نظر آتی ہے۔ اور یک طرفہ صرف ماں تمام بوجھ کو اپنے دوشِ ناتواں پر جھیلتی نظر آتی ہے۔

۵۔ حلال سے بچ کر حرام طریق پر جو لوگ متعدد خواتین سے جنسی تعلقات بناتے رہتے ہیں اور اپنے شباب ودولت وثروت کے بل بوتے پر جوتیوں کی طرح تبدیلی کرتے رہتے ہیں اور اسی طرح وہ خواتین ایک ہی وقت عرصہ یا زمانہ میں بغیر کسی حد بندی کے کئی مردوں سے دولت وتعیش میں مبتلا رہتی ہیں ان کو ایسے بہت سے خطرناک امراض لاحق ہوجاتے ہیں (جن کا آئے دن اخبارات ورسائل اور مختلف تنظیموں کی جانب سے تحقیقاتی رپورٹ شائع ہونے پر علم ہوتا رہتا ہے) جو نا قابل علاج بن کر صحت وتندرستی کے لئے کٹھن ثابت ہوتے ہیں، نکاح کی برکت سے ان فواحشات سے حفاظت اور ان امراض وتکالیف سے تحفظ حاصل ہوجاتا ہے۔

۶۔ ارشاد باری ہے۔ وَمِنْ اٰيَاتِهٖٓ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۔ (الروم۔۲۱)

اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں، تا کہ تم ان کے پاس جا کر سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیئے۔

تشریح:۔ عام طور پر میاں بیوی الگ الگ ماحول میں پرورش پاتے ہیں، لیکن نکاح کے بعد ان میں ایسا گہرا رشتہ پیدا ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے پچھلے طرز زندگی کو خیر باد کہہ کر ایک دوسرے کے ہورہتے ہیں، ان کے درمیان یک بیک وہ محبت پیدا ہوجاتی ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر رہنا ان کے لئے مشکل ہوجاتا ہے، جوانی میں ان کے درمیان محبت کا جوش ہوتا ہے، اور بڑھاپے میں اس پر رحمت اور ہمدردی کا اضافہ ہوجاتا ہے۔توضیح القرآن عثمانی

نکاح کی برکت سے میاں بیوی کو ایک دوسرے سے روحانی وقلبی سکون حاصل ہوتا ہے ، اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے نیک جذبات وخواہشات کا اظہار کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اس کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔

جب شوہر دن بھر کا تھکا ماندہ اپنے گھر جاتا ہے اور اپنے بیوی بچوں میں پہونچتا ہے تو وہ پورے دن کے ہموم وغموم اور تھکن دکھن بھول جاتا ہے، اور اس کی ساری تھکان وپژمردگی وافسردگی کافور ہو جاتی ہے۔

اسی طرح عورت دن بھر گرہستی کے امور انجام دینے کے بعد شوہر کی آمد پر خود کو ہلکا محسوس کرتی ہے اور یوں دونوں ایک دوسرے کے لئے راحت وآرام کا باعث بن جاتے ہیں۔(**قد استفدت بامور متعددة من عقبات الزواج وطرق معالجتها على ضوء الاسلام، للشیخ عبداللہ ناصح علوان**)

۸۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ ۔رواہ ابن ماجہ، ۱۸۴۷۔

دو محبت کرنے والوں میں نکاح کی بنیاد پر ہونے والی محبت کی مثال نہیں دیکھی گئی۔

شوہر کے حقوق

۱۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ قَالَ : زَوْجُهَا قُلْتُ فَأَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ قَالَ أُمُّهُ. رواه الحاكم في المستدرک ۴/۱۵۰، مطبوعہ بیروت

۔

ترجمہ :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عورت پر سب سے زیادہ حق لوگوں میں کس کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا : اس کے شوہر کا، میں نے عرض کیا تو مرد پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے آپؐ نے فرمایا اس کی ماں کا (روایت کیا اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں)

۲۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ قَالَ الَّتِيْ تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ وَتُطِيْعُهُ إِذَا أَمَرَ. وَلَا تُخَالِفُهُ فِيْ نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ○ رواه النّسائی۔ ۳۲۳۱۔ کذا فی جمع الفوائد رقم الحدیث (۴۲۹۸)

ترجمہ :۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسولؐ کونسی عورت زیادہ بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ جو اس کو (شوہر کو) خوش کر دے جب وہ (اس کی طرف) دیکھے اور اس کی اطاعت کرے (کہنا مان لے) جب وہ (اس کو) حکم دے، اور اپنے نفس اور مال میں اس کی ناپسندیدگی میں مخالفت نہ کرے، روایت کیا اس کو امام نسائی نے۔

۳۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا قِيْلَ لَهَا أُدْخُلِيْ مِنْ أَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ ، رواہ احمد(۱۶۶۴)

ترجمہ : حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے اور مہینہ بھر (رمضان) کے روزے رکھے اور اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازہ سے تو چاہے داخل ہوجا۔

۴۔ عَنْ أَبِيْ اُمَامَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ : مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ ، اِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ ، وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ ، وَاِنْ أَقْسَمَ عَلَيْهَا اَبَرَّتْهُ ، وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِيْ نَفْسِهَا وَمَالِهِ ، رواہ ابن ماجہ(۱۸۵۷)

ترجمہ : حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ فرماتے تھے کہ ایمان والا اللہ کے خوف وخشیت کے بعد نیک بیوی سے زیادہ کسی چیز سے فیضیاب ونفع مند نہیں ہوا جو اس کے لئے بہتر ہو، اگر اس کو حکم دے اطاعت کرے، اور اس کو دیکھے تو اس کو خوش کردے، اور اگر اس پر قسم کھا بیٹھے تو اس کی قسم کو پورا کردے، اور اگر وہ سفر میں چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں خیر خواہی کرے، (روایت کیا اس کو امام ابن ماجہ نے)۔

اس لئے کہ جب ان صفات وعادات کی حامل بیوی ہوگی تو شوہر حالتِ حضر میں اس کی وجہ سے مسرت وفرحت حاصل کرتا رہے گا جو اس کے دل ودماغ کو

پراگندہ ذہن ہونے سے محفوظ رکھے گی اور شوہر سفر میں رہنے کے دوران اپنی بیوی کی پاکدامنی کی وجہ سے مطمئن رہے گا، کسی طرح کی بددلی ونفرت وکدورت اس کے دل میں نہ آئے گی، نیز مال وجائداد کی جانب سے بھی فارغ الذہن رہے گا۔

۵۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا اِمْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ○ رواہ الترمذی (۱۱۶۱)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی عورت اس حال میں وفات پا جائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی، روایت کیا اس کو امام ترمذیؒ نے۔

۶۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ: مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ اِمْرَأَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهَا فَتَأْبٰى عَلَيْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا. رواہ مسلم (۱۴۳۶)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، نہیں ہے کوئی شخص جو اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے پھر بھی وہ (عورت) اس کو انکار کردے مگر یہ کہ وہ ذات جو آسمان میں ہے اس (عورت) پر ناراض ہوتی ہے یہاں تک کہ شوہر اس سے راضی ہوجائے۔

۷۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تَرْجِعَ، رواہ البخاری (۵۱۹۴)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب عورت اپنے شوہر کے بستر کو چھوڑے ہوئے رات گذارتی ہے تو فرشتے اس (عورت) پر لعنت بھیجتے ہیں یہاں تک کہ وہ (عورت) لوٹ آئے۔

۸۔ عَنْ طَلْقِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ، رواہ الترمذی (۱۱۶۰)

ترجمہ : حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب آدمی اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے بلائے تو اس کو (فوراً) آجانا چاہیئے اور اگر چہ وہ تنّور پر (روٹی پکانے میں مشغول) ہو۔

۹۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُؤْذِي اِمْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ: لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللهُ، فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ اِلَيْنَا۔
رواہ الترمذی (۱۱۷۴)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں اذیت وتکلیف نہیں دیتی مگر یہ کہ (جنت میں) اس کی حورعین کہتی ہے اس کو تکلیف نہ دے اللہ تجھکو ہلاک کرے، یہ تو بلا شبہ تیرے پاس عارضی مقیم ہے، عنقریب تجھ کو جدا کرکے ہماری طرف آجائے گا۔

اتنے اچھے موسم میں روٹھنا نہیں اچھا
ہار جیت کی باتیں کل پہ ہم اٹھا رکھیں

۱۰۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا رَفَعَهٗ :اِثْنَانِ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمَا رُؤُوْسَهُمَا :عَبْدٌ أَبَقَ مِنْ مَوَالِیْهِ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْهِمْ، وَامْرَأَةٌ عَصَتْ زَوْجَهَا حَتّٰی تَرْجِعَ ،للأوسط الصغیر۔ (۴۷۸)

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ : دولوگ ہیں جن کی نماز (قبولیت کے لئے) ان کے سروں سے اوپر نہیں اٹھتی ، ایک وہ غلام جو اپنے آقاؤں سے بھاگ جائے یہاں تک کہ ان کی طرف لوٹ آئے ، اور دوسرے وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرے یہاں تک کہ باز آجائے۔

۱۱۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ :لَعَنَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةً، رَجُلٌ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهٗ کَارِهُوْنَ ، وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَیْهَا سَاخِطًا ، وَرَجُلٌ سَمِعَ حَیَّ عَلَی الصَّلَاةِ وَلَمْ یُجِبْ۔ (ابن النجار) کنز العمال ۲/ ۱۲۹۸

ترجمہ :۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین لوگوں کو لعنت فرمائی ہے، ایک وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے دراں حالیکہ وہ اس کو ناگوار سمجھتے ہوں ، اور ایک وہ عورت جو رات گذارے دراں حالیکہ اس کا شوہر اس پر غضبناک (ناراض) ہو، اور ایک وہ شخص جو اذان کی آواز سنے اور اسکی طرف نہ آئے۔

۱۲۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ قَالَ :لَا یَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، وَلَا تَأْذَنُ فِیْ بَیْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، صحیح البخاری، النکاح، ۲/

۲۸۷،رقم ۵۰۰۰،حاشیۃ فتاویٰ تاتارخانیۃ ۴ / ۳۰۳۔

عورت کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ شوہر کی موجودگی میں اسکی اجازت کے بغیر روزہ رکھے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کے گھر میں آنے دے۔

۱۳۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔۔۔اور بہر حال وہ چار قسم کی عورتیں جو جہنم میں ہونگی ، ایک تو وہ عورت ہے جو اپنے شوہر سے بہت بدزبان پھوہڑ زبان دراز فحش گو ہو، اگر شوہر سفر میں چلا جائے تو اپنی عصمت وعفت کی حفاظت نہ کرے، اور اگر وہ موجود رہے تو اس کو اپنی زبان سے تکلیف پہونچائے ، اور دوسری وہ عورت جو اپنے شوہر سے اس کی حیثیت وطاقت سے زیادہ فرمائش کرے، اور تیسری وہ عورت جو اپنے آپ کو مردوں کی نظروں سے اوجھل نہ رکھے اور آراستہ پیراستہ بن سنور کر گھر سے نکلے، اور چوتھی وہ عورت جس کو کھانے پینے اور سونے کے علاوہ کوئی خیال وگمان ہی نہ ہو، اور نہ تو اس کو نماز کا شوق ہو اور نہ ہی اللہ کی اطاعت اور نہ ہی اس کے رسول کی اطاعت اور نہ ہی اپنے شوہر کے کہے کا پاس ولحاظ ہو (علامہ دمشقی شافعیؒ ، کتاب الکبائر ص ۱۹۱ مطبوعہ بیروت)

۱۴۔ محدث شمس الدین ابوعبداللہ ذہبی فرماتے ہیں کہ :

عورت پر لازم ہے کہ ہمیشہ اپنے شوہر کے ساتھ شرم وحیا سے رہے، اور اس کی طرف اپنی آنکھیں جھکا کر کے رکھے (آنکھیں نہ نکالے) اور اس کے حکم کو بجا لائے ، اور اس کی گفتگو کے وقت خاموش رہے اور اس کے آتے وقت اس کا استقبال کرے (اس کو خوش آمدید کہے) اور وہ تمام تر باتیں جو اس کی ناراضگی کا باعث اور وجہ بن

سکتی ہوں ان سے دور رہے، اور اس کے گھر سے باہر جاتے وقت اس کو خنداں پیشانی سے رخصت کرے، اور اس کے آرام سے قبل اس کی خدمت کے لئے حاضر رہے، اور شوہر کی عدم موجودگی (غیر حاضری) میں اس کے بستر اور اس کے مال اور اس کے گھر میں خیانت نہ کرے، اور صاف ستھری خوشبو سے آراستہ رہے اور مسواک سے ہمیشہ صاف دہن رہے، اس کی موجودگی میں مشک وخوشبو اور زیب وزینت کا اہتمام رکھے، اور شوہر کی عدم موجودگی میں زیب زینت اور بناؤ سنگھار میں نہ پڑے، اور خسرالی رشتہ داروں وگھر والوں کا اکرام کرے، اور شوہر کے تھوڑے کو بھی بہت خیال کرے،

(کتاب الکبائر ص ۱۹۰، للدمشقی الشافعیؒ)۔

۱۵۔ علامہ ابن حجر مکی ہیثمیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

وَفِيْ حَدِيْثٍ صحيح " ثَلَاثَةٌ لَا تُقْبَلُ لَهُمْ صَلَاةٌ وَلَا يُصْعَدُ لَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ حَسَنَةٌ " وَعَدَّ مِنْهُمُ الْمَرْأَةَ اَلسَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا حَتّٰى يَرْضٰى ،

مختصر الزواجر عن اقتراف الكبائر ص ۱۸۲۔

اور حدیث صحیح میں ہے کہ تین لوگ ہیں جن کی نہ تو نماز قبول ہوتی ہے اور نہ ہی ان کی کوئی نیکی آسمان کی طرف چڑھتی ہے، اور ان میں سے اس عورت کو شمار کرایا جس کا شوہر اس سے ناراض ہو، یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے۔

۱۷۔ بیوی پر شوہر کا حق ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے، ایک خاتون دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیوی پر شوہر کا کیا حق ہے؟ ارشاد فرمایا : مرد کا عورت پر یہ حق ہے کہ اس کی

اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے، پس اگر وہ ایسا کرتی ہے تو اس پر آسمان کے فرشتے اور رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے لعنت کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ عورت اپنے خاوند کے گھر لوٹ آئے ، فَاِنْ خَرَجَتْ بِدُوْنِ اِذْنِهٖ فَقَدْ اِرْتَكَبَتْ مَعْصِيَةً . . . فتاویٰ علم وحکمت جلد دوم ص ۲۴۷

اس حدیث پاک سے ان عورتوں کو سبق لینا چاہیئے جو ہلکی پھلکی اور چھوٹی موٹی باتوں پر جھٹ برقعہ اٹھا کر شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل پڑتی ہیں ۔ اگر ان میں شرم وحیا کی پاس داری ہوتی ہے تو اپنے میکے یا محارم واقارب کے گھر چلی جاتی ہیں ۔ ورنہ واہی تباہی میں ادھر ادھر دھکے کھاتی وبھٹکتی پھرتی ہیں ۔ ایسی خالی از حیا اور محروم وقار وشعور خواتین کو چاہیئے کہ وہ اپنے وقتی غیظ وغضب اور عارضی تأثر وتنفر کی بنا پر اپنے باپ دادا کے نام پر دھبہ نہ لگائیں ۔ اور شوہر کے برسوں کی محبت وخدمت کی ناشکری اور اس کے حکم کی نافرمانی نہ کریں ۔

عورت کے حقوق

۱۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ، وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ،البقرہ،۲۲۸

ترجمہ:۔ اور ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے (مردوں کو) ان پر حاصل ہیں، ہاں مردوں کو ان پر ایک درجہ فوقیت ہے، البقرہ،۲۲۸۔

تشریح:۔ جاہلیت کے دور میں عورت کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا جاتا تھا، اس آیت نے بتایا کہ شوہر اور بیوی کے حقوق ایک دوسرے کے برابر ہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ زندگی کے سفر میں اللہ تعالیٰ نے مرد کو امیر اور نگراں بنایا ہے......اس لحاظ سے اس کو ایک درجہ فوقیت حاصل ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، إِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا

۔رواہ مسلم (۱۴۶۸) کذافی جمع الفوائد، ۳۳۱۴۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں ۔عورتوں کے ساتھ بھلا سلوک کرو، پس بیشک عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلی میں سب سے ٹیڑھی چیز اس کے بالائی حصہ میں ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو اس کو توڑ بیٹھو گے، اور اگر تم اس کو چھوڑے رہے تو وہ ٹیڑھی رہے گی، عورتوں کے ساتھ نیک بہتر سلوک کرو۔

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں : اور عورتوں کے بھی ان کے شوہروں پر حقوق ہیں، جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں، حقوق لازم ہونے اور مطالبہ کا حق رکھنے میں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ اپنی بیوی کے لئے سنور کر رہوں جس طرح وہ میرے لئے سنور کر رہنا پسند کرتی ہے، تفسیر مظہری ۱/ ۲۹۹۔

۴۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ أَكْمَلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ، رواہ الترمذی وقال حسن صحیح، (نقلاً عن المظهری ۱/ ۲۹۹)۔

ترجمہ :۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلا شبہ مومنین میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں، اور تم میں سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ زیادہ بہتر ہیں۔

۵۔ علامہ محمود محمد خطاب السبکی خطبہ حجۃ الوداع سے نقل فرماتے ہیں :

اَمَّا بَعْدُ، أَيُّهَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا مِنِّيْ أُبَيِّنُ لَكُمْ، فَإِنِّيْ لَا أَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا اَلْقَاكُمْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا فِيْ مَوْقِفِيْ هٰذَا، أَيُّهَا النَّاسُ : اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ حَقًّا الخ۔

بہر حال، اے لوگو میری بات دھیان سے سنو، میں تمکو با وضاحت بیان کر رہا ہوں، میں نہیں جانتا شاید کہ میں تم سے اس سال کے بعد میرے اس جائے وقوف پر ملاقات نہ کرسکوں۔۔۔ اے لوگو : بیشک تمہارے تمہاری عورتوں پر حقوق ہیں، اور ان (عورتوں) کے تم پر حق ہیں۔

۶۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نَتَّقِي الْكَلَامَ وَالْإِنْبِسَاطَ إِلٰى نِسَائِنَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَيْبَةَ أَنْ يَنْزِلَ فِيْنَا شَيْئٌ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكَلَّمْنَا وَانْبَسَطْنَا ،رواہ البخاری (۵۱۸۷)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارکہ میں اپنی عورتوں سے زیادہ کھل کر کلام کرنے سے احتیاط برتتے تھے کہ کہیں ہمارے معاملہ میں کوئی وحی نازل نہ ہوجائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم لوگوں نے اپنی عورتوں سے بالکل کھل کر گفتگو کی۔ (قَالَ الْعَيْنِيُّ وَأَرَادَ بِهِ التَّقْصِيْرَ فِيْ حَقِّهِنَّ وَتَرَكَ الرِّفْقَ بِهِنَّ ، عُمْدَةُ الْقَارِيْ ۱۶/۳۶۵ ،مصر ، وَقَالَ الْقَسْطَلَانِيْ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ مِنْ جُمْلَةِ الْوَصَاةِ بِهِنَّ فَيُنَاسِبُ الترجمة واللّٰہ أعلم، ارشاد الساری ۸/۷۹، بیروت)

۷۔ لَا يَفْرُكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً ، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا اٰخَرَ ...
اخرجہ مسلم (۲/۱۰۹۱۔ط۔الحلبی) نقلاً عن الموسوعة الفقهية۔

ترجمہ:۔ کوئی ایمان والا کسی ایمان والی سے بغض نہ رکھے اگر اس مرد مؤمن کو اس مومنہ بیوی کی ایک عادت ناگوار خاطر گذرتی ہوگی تو اسی کی دوسری کسی عادت وخصلت سے راضی بھی ہوگا، الحدیث۔

۸۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ إِمْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلٰى إِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ۔
رواہ ابو داؤد۔(۲۱۳۳)

کذا فی جمع الفوائد (۴۲۵۶) وقد رواہ اصحاب السنن الأربعة والدارمی کذا فی تفسیر المظہری ج۱ ص۲۵۵۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادنقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے کسی ایک کی طرف جھکاؤ رکھے (انصاف وعدل ومساوات نہ کرے) تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کاایک پہلوجھکاہواہوگا، اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اس پر فرض ہے کہ وہ دونوں کے درمیان عدل وانصاف قائم رکھے، شب گذاری میں نان نفقہ میں بول چال ونشست وبرخاست میں، تمام امور میں انصاف کوقائم رکھے۔

افسوس صدافسوس کہ ایسے بہادر صاحب ثروت، مال ومتاع والے،خوش حال ،فارغ البال افراد بہت دکھتے ہیں جوایک وقت میں چندخواتین سےعیش وعشرت اور شراب وشباب کالطف اٹھا لیتے ہیں اور بہت حدتک اس پر اختیار وتصرف بھی رکھتے ہیں ۔لیکن آہ...... کہ ایسے افراد جوایک ہی وقت میں دو بیویوں کوعدل ومساوات سے رکھ لیں عنقانہیں تو کمیاب ونادرالوقوع ضرور ہیں۔

عموماً دوسری نوجوان نوعمر حسین وجمیل بیوی سے تلطف وتلذذ میں پہلی سن رسیدہ یا قدیمہ کے نان ونفقہ اورلباس وپوشاک اورعلاج ومدارات تک سے نہ صرف یہ کہ غافل ہوجاتے ہیں، بلکہ اس کوسوکھے ٹکڑے دینا بھی بارگراں گذرتا ہے،کل تک جس بیاہی بیوی کی خطائیں نازوانداز معلوم ہوتی تھیں آج اس کی آرزوئیں وتمنائیں ماتم کرتی دکھائی دیتی ہیں۔وہ ایک جھلک دیکھنےاوردوجملے بولنے یاسننے کے لئے بے تاب ومشتاق رہتی ہے،لیکن

ع مت آئیو او وعدہ فراموش تو اب بھی
جس طرح کٹا روز گزر جائے گی شب بھی

اور بعض اوقات پہلی بیوی کے خانگی امور میں اثر انداز ہونے اور اس سے جوان اولاد کے خوف ودہشت سے یہ شوہر دوسری وفا شعار بیوی کو ادھر جھول میں لٹکا کر اپنی راتیں رنگین بنائے رکھتا ہے، مندرجہ بالا حدیث نبوی میں بہت سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

ع تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

۹۔ عورت کو اپنے والدین سے ملنے کا حق ہے، شوہر اس سے منع نہیں کرسکتا، اور کچھ وقفہ سے دیگر محارم سے بھی ملاقات کرسکتی ہے، اس کے والدین اور محارم اس سے ملاقات کی غرض سے آسکتے ہیں، البتہ شوہر کی اجازت کے بغیر وہاں قیام نہیں کریں گے، وَرُوِيَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ الزَّوْجَ لَا يَمْلِكُ أَنْ يَمْنَعَ الْأَبَوَيْنِ مِنَ الدُّخُولِ عَلَيْهَا لِلزِّيَارَةِ فِي كُلِّ شَهْرٍ مَرَّتَيْنِ، وَإِنَّمَا يَمْنَعُهُمَا مِنَ الْكَيْنُونَةِ، وَفِي فَتَاوَى الشيخ أَبِي اللَّيْثِ عَنِ الشَّيْخِ أَبِي بَكْرٍ الْإِسْكَافِ أَنَّ الزَّوْجَ لَا يَمْلِكُ أَنْ يَمْنَعَ الْأَبَوَيْنِ مِنَ الدُّخُولِ عَلَيْهَا لِلزِّيَارَةِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ، وَإِنَّمَا يَمْنَعُهُمَا مِنَ الْكَيْنُونَةِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَىٰ، الفتاوىٰ التاتارخانية، ۴/ ۳۰۳، رقم مسئلہ ۶۲۵۶۔

۱۰۔ شیخ ابو اللیث کے فتاویٰ میں ہے کہ: ایک عورت ہے جس کے والدین اور ان کی خدمت کرنے والا اس لڑکی کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے اور اس کا شوہر اس کو خدمت سے روکتا ہے تو اس عورت کے لئے اس معاملہ میں اپنے شوہر کا حکم پورا نہ

کرنا جائز ہے اور وہ اپنے والد کی اطاعت کرے خواہ اس عورت کے والد مسلم ہوں یا کافر۔ کذافی الفتاویٰ التاتارخانیۃ ۴/ ۳۰۸۔

۱۱۔ جس طرح مرد پر بیوی کا نان نفقہ لازم ہے اسی طرح اس کی پوشاک لباس بھی لازم ہے اور سکنیٰ یعنی رہنے کے لئے گھر دینا بھی ضروری ہے۔

چنانچہ ایک شخص کی والدہ یا اس کی بہن یا اس کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد ہو یا اس شخص کا کوئی دوسرا محرم رشتہ دار ہو، اور یہ عورت ان سب کے ساتھ ہی ایک منزل میں رہ رہی ہے، پھر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں ان سب کے ساتھ نہیں رہوں گی، میرے لئے علیحدہ سے مکان دیجئے، تو اب مسئلہ کی دو صورتیں ہیں، اگر اس منزل میں کئی مستقل کمرے (فلیٹ) ہوں تب تو اس عورت کو ایک کمرہ (فلیٹ) دیدے، جس کی تالا چابی اس عورت کے اختیار وتصرف میں رہے، اس صورت میں عورت مستقل الگ بڑے مکان کا مطالبہ نہیں کرسکتی، اور اگر واقعی سب کے سب ایک ساتھ ایک ہی مکان میں رہ رہے ہوں تو عورت مستقل الگ مکان کا مطالبہ کرسکتی ہے، کذافی الفتاویٰ التاتارخانیۃ ۴/ ۳۱۰۔

۱۲۔ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا أَنْ یُضَیِّعَ مَنْ یَقُوْتُ" رواہ ابو داؤد، والنسائی والحاکم کذافی الحلال والحرام ص ۱۴۵ للشیخ احمد محمد عساف

وفی الجامع الکبیر : كفىٰ بالمرء اثمًا أن يحبس عمن يملك قوته۔ فیض القدیر ج ۵ ص ۴۔

یعنی آدمی کے گناہ گار ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ اپنے عیال زیر کفالت افراد کے نان نفقہ وضروریات میں کوتاہی کرے۔

اور علامہ ابن حجرؒ نے (۳۰۰) پر کبیرہ گناہ شمار کرایا ہے کہ بیوی کے لباس وپوشاک وخوراک کوروک لیا جائے۔ الزواجر، ج ۳ ص ۶۴۵۔

۱۳۔ شمس الدین دمشقی شافعی فرماتے ہیں۔

جب عورت اپنے شوہر کی فرماں برداری کی مامور ہے اور اپنے شوہر کی خوشنودی ورضا جوئی کی پابند ہے تو شوہر کو بھی اس کے ساتھ بھلائی ونیک سلوک کرنے اوراس کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اگر عورت کی طرف سے کسی بدخلقی کا مظاہرہ ہوجائے تو اس پر صبر وتحمل سے کام لے، اوراس کے ساتھ خوراک وپوشاک میں فراخی رکھے، اورحسن معاشرت سے پیش آئے، اس لئے کہ ارشادِ ربّانی ہے وعاشروہن بالمعروف کذافی کتاب الکبائر ص ۱۹۴۰ مطبوعہ بیروت، ۱۴۔ شیخ احمد محمد عسّاف لکھتے ہیں کہ مسلمان پر لازم ہے کہ عورت کی بعض ناپسندیدہ حرکتوں پر صبر سے کام لے، اور یہ سمجھے کہ یہ اموراس سے صنف نازک ہونیکی وجہ سے سرزد ہو گئے، (الحلال والحرام ص ۱۴۶)

۱۵۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ بی بی کا یہ بھی حق ہے کہ اس کو کچھ رقم ایسی بھی دو جس کو وہ اپنے جی آئی خرچ کر سکے۔ جس کو جیب خرچ کہتے ہیں۔ اس کی تعداد اپنی اور بیوی کی حیثیت کے مطابق ہوسکتی ہے۔ نمبر ۵۵۶، صفحہ ۱۴۹۔ کمالات اشرفیہ

۱۶۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ مطلقہ عورتوں کوایام عدت میں پریشان نہ کرو، لاتضاروھن۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایام عدت میں جبکہ مطلقہ عورت تمہارے ساتھ رہے تو طعن تشنیع کرکے یااس کی ضروریات میں تنگی کرکے اس کو پریشان نہ کرو۔ کہ وہ نکلنے پر مجبور ہوجائے۔ (معارف القرآن، ربانی کلاں ۸ / ۴۹۰)

✡✡✡✡✡✡✡

مشترکہ حقوق زوجین

ا۔ حضرت اَحوص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا، ہوشیار خبردار دھیان سے سن لو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اختیار کرو، بلا شبہ وہ تمہارے پاس محبوس ومقید ہیں، تم ان پر ان کے نفس اور اپنے مال کی حفاظت کے سوائے کچھ اور اختیار وتصرف نہیں رکھتے ہو، مگر یہ کہ وہ کسی کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب کر بیٹھیں، (اس صورت میں ان کو نفاذ حد کے لئے) نکالا جا سکے گا، اگر وہ ایسا کر گذریں تو ان کو ان کی خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ و، اور ان کو ہلکی تنبیہ کر سکتے ہو، (مسواک وغیرہ سے کذا قالہ بعض المفسرین) ہاں اگر وہ تمہاری اطاعت وفرماں برداری کریں تو ان پر (ناحق) بہانے تلاش نہ کرو، بغور سن لو تمہاری بیویوں پر تمہارے حقوق لازم ہیں اور تم پر تمہاری بیویوں کے حقوق کی پاسداری ضروری ہے، بہر حال تمہارا حق تو تمہاری بیویوں پر یہ ہے کہ جن لوگوں کو تم ناگوار خاطر سمجھو ان کو تمہارے بستروں پر نہ آنے دیں، اور تمہاری بغیر اجازت کسی کو تمہارے گھر میں داخلہ نہ دیں، اور (کان کھول کر) سن لو کہ تم پر ان کا حق ہے کہ تم ان کے لباس و پوشاک اور خورد ونوش میں اچھے سے اچھا نظم کرو، ۱۱۶۳ جامع ترمذی قال ابو عیسیٰ هذا حديث حسن صحيح ومعنى قوله "عوانٍ عندكم" يعني اسرىٰ في ايديكم۔

۲۔ شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی شافعی دمشقی تحریر فرماتے ہیں . . .

وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيْدُ اللُّطْفِ بِالنِّسَاءِ وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ صَبَرَ عَلٰى سُوْءِ خُلُقِ اِمْرَأَتِهٖ اَعْطَاهُ اللهُ مِنَ الْأَجْرِ مَا أُعْطِيَ اَيُّوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى بَلَائِهٖ، وَاَيُّمَا اِمْرَأَةٍ صَبَرَتْ عَلٰى سُوْءِ خُلُقِ زَوْجِهَا أَعْطَاهَا اللهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلَ مَا أُعْطِيَ آسِيَةَ بِنْتِ مَزَاحِمٍ اِمْرَأَةَ فِرْعَوْنَ ۔ کتاب الکبائر ص ۱۹۵ مطبوعہ بیروت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ساتھ ازحد مہربان ونرم خو تھے، اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو مرد اپنی بیوی کی بداخلاقی پر صبر کرے اللہ تعالیٰ اس کو وہ اجر عطا فرمائے گا جو کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی مصیبت پر عطا فرمایا گیا۔ اور جو کوئی عورت اپنے شوہر کی بداخلاقی پر صبر وتحمل سے کام لے اللہ تعالیٰ اس کو ویسا اجر وثواب عطا فرمائے گا جیسا کہ فرعون کی بیوی آسیہ کو عطا فرمایا گیا۔

۳۔ شیخ احمد محمد عساف رقمطراز ہیں : فَلَيْسَ مِنَ الْعَدْلِ أَنْ يَّتَحَكَّمَ اَحَدُ الطَّرَفَيْنِ فِي الْاٰخَرِ ، أَوْ يَتَّخِذَهٗ عَبْدًا يَسْتَغِلُّهٗ وَيَسْتَذِلُّهٗ ، (الحلال والحرام ص ۱۴۶)۔

یہ کوئی انصاف کی بات نہیں ہے کہ دونوں فریق (میاں بیوی) میں سے کوئی ایک دوسرے پر اپنی رائے تھوپے اور اپنی من مرضی فیصلہ سنا دے، یا اس کو غلام سمجھ لے، اس کو کام پر مجبور کرے اور اس کو ذلیل کرے۔

۴۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”زوجین کے باہمی حقوق کی ادائیگی بغیر تقوی اور فکر آخرت کے کسی سے نہیں کرائی جاسکتی“، تفسیر معارف القرآن کلاں ج ۸ ص ۴۸۵۔

۵۔ فَاتَّقُو اللهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۔ حدیث أخرجہ مسلم ۲ / ۸۸۹ ۔ ۸۹۰ ۔ ط عیسیٰ الحلبی من حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ کذا فی الموسوعۃ الفقہیۃ ۴۱ / ۳۵ ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کرتے ہیں ، عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو تم نے ان کو اللہ کی امان سے لیا ہے، اور تم نے اللہ کے کلمہ کے ذریعہ سے ان کو اپنے لئے حلال کیا ہے، اور ان پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ان کو نہ آنے دیں جن کو تم نا گوار سمجھتے ہو، پس اگر وہ ایسا کر گذریں تو تم انکو ہلکی مار لگا سکتے ہو، اور تم پر ان کی خوراک اور ان کی پوشاک ہے جو معروف طریقے پر ہو (جس میں تنگی ترشی نہو)

۶۔ روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی بیوی کی بد اخلاقی کی شکایت کرنے آیا (گویا عدالت فاروقی میں مقدمہ دائر کرنے آیا) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر ان کے نکلنے کے انتظار میں کھڑا ہو گیا، اس نے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی ان سے بے محابا بولے جاری ہیں اور ان سے کہا سنی کر رہی ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہیں، پلٹ کر جواب نہیں دے رہے ہیں ،تو وہ شخص لوٹ گیا، اور اس نے کہا کہ جب خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا باوجود (جلالی صفت) سخت مزاج ہونے کے یہ حال ہے جبکہ وہ تو امیر المؤمنین (حاکم وقت) ہیں تو میرا کیا حال ہونا چاہئے، (میری کیا حیثیت ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر

سے باہر آئے تو کسی کو اپنے دروازے سے پلٹ کر جاتے ہوئے دیکھا، اس کو آواز دی اور فرمایا : اے شخص تمہاری کیا ضرورت ہے؟ اس نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین میں تو آپ کی خدمت (عدالت) میں اپنی بیوی کی بدمزاجی کی اور مجھ سے زبان درازی کی شکایت لیکر حاضر ہوا تھا۔ لیکن جب میں نے آپ کی اہلیہ کو آپ سے اسی انداز سے بات کرتے ہوئے سنا تو میں لوٹ گیا اور میں نے (اپنے جی میں) کہا کہ جب امیر المؤمنین کا اپنی بیوی کے ساتھ (تحمل و برداشت کا) یہ حال ہے، تو میرا کیا حال (میں تو کیا ہوں) پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بھائی میں نے ان حقوق کی وجہ سے اس کو برداشت کیا ہے جو اس کے مجھ پر ہیں۔ بلاشبہ وہ میری باورچَن ہے، میری روٹی پکانے والی ہے، وہ میری دھوبن ہے میرے کپڑے دھویا کرتی ہے، میرے بچہ کی دایہ ہے اس کو دودھ پلایا کرتی ہے، اور یہ تمام ذمہ داریاں (مکمل طور پر) اس پر ضروری نہیں ہیں (اس کے باوجود وہ مجھ سے ان تمام کاموں پر محنتانہ و مزدوری بھی نہیں وصول کرتی) اور میرا دل اس کی وجہ سے حرام سے محفوظ رہکر مطمئن رہتا ہے۔ اس بناء پر میں اس کی بات برداشت کرجاتا ہوں، وہ شخص بولا کہ اے امیر المؤمنین یہ حال تو میرے ساتھ میری بیوی کا بھی ہے (کہ وہ بغیر مزدوری وغیرہ لئے یہ تمام خدمات انجام دیتی ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بھائی اس کو برداشت کر تھوڑے عرصہ کی بات ہے۔ (دنیا کی زندگی مختصر ہے ہمیشہ کی زندگی تو آخرت کی ہے) کتاب الکبائر للدمشقی الشافعی ص ۱۹۵۔

۷۔ ایک نیک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کے ایک پرہیزگار نیک صفت بھائی تھے جن سے للہ فی اللہ کا تعلق قائم تھا۔ وہ ہر سال ایک مرتبہ ان کی زیارت کو آیا کرتے تھے

چنانچہ ایک بار وہ زیارت وملاقات کے لئے آئے، اور دروازہ کھٹکھٹایا، میزبان بزرگ کی گھر والی بولی کون؟ انہوں نے کہا کہ میں آپ کے شوہر کا دینی بھائی ہوں، ان کی زیارت وملاقات کے واسطے حاضر ہوا ہوں، میزبان بزرگ کی گھر والی بولیں کہ وہ تو لکڑیاں چننے گئے ہیں۔ خدا کرے واپس ہی نہ لوٹیں، اور ایسا اور ویسا اور اپنے شوہر بزرگ کو برا بھلا بکنے لگی، یہ نو وارد مہمان ابھی اس دروازہ پر کھڑے یہ ماجرا سن ہی رہے تھے کہ میزبان بزرگ پہاڑ کی جانب سے تشریف لے آئے۔ اور شیر کی پیٹھ پر لکڑیوں کا ایک گٹھر رکھے ہوئے تھے، اور شیر کو اپنے آگے آگے ہنکاتے لا رہے تھے، میزبان بزرگ نے آتے ہی اپنے مہمان کو سلام کیا اور خوش آمدید کہا، اور گھر میں داخل ہوئے لکڑیاں بھی گھر میں ڈالیں، اور شیر سے فرمایا جا : اللہ تجھ میں برکت دے، پھر میزبان بزرگ نے اپنے مہمان بھائی کو گھر میں بلایا۔ ان کی گھر والی ابھی بھی اسی طرح مسلسل برا بھلا کہتی جا رہی تھی، اور زبان چلائے جا رہی تھی، اور یہ میزبان بزرگ تھے کہ بالکل خاموش : کوئی جواب نہیں دے رہے : میزبان بزرگ نے اپنے مہمان کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا پھر رخصت کیا، یہ لوٹ آئے لیکن ان کو اپنے میزبان دینی بھائی کے اپنی گھر والی کی بات پر صبر وتحمل سے بہت تعجب ہو رہا تھا، کہتے ہیں کہ جب دوسرا سال آیا تو ان کے یہ دینی بھائی ان کی زیارت وملاقات کے لئے پھر آئے، اور دروازہ کھٹکھٹایا، ان کی اہلیہ نے جواب دیا کہ دروازہ پر کون صاحب ہیں؟ مہمان نے جواب دیا کہ میں آپ کے شوہر کا دینی بھائی فلاں ہوں وہ کہنے لگیں خوش آمدید، خوش آمدید۔ اَہلاً وسہلاً آپ اپنوں میں آئے ہیں۔ آپ تشریف رکھئے، وہ ابھی خیر وعافیت کے ساتھ آنے والے ہیں ان شاء اللہ۔ ۔ ۔ان مہمان کو (گذشتہ سال کے طرز عمل کو دیکھتے

ہوئے) میزبان کے گھر سے نرم خوئی وتہذیب وشائستگی کا کلام سن کر تعجب ہوا۔ اتنے میں میزبان بزرگ تشریف لے آئے، (لیکن اس سال حال یہ تھا) اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لادے ہوئے تھے، مہمان کو اس بات سے بڑا تعجب ہوا۔ (الغرض) میزبان بزرگ نے اپنے مہمان کو سلام کیا اور گھر میں داخل ہوئے مہمان کو بھی اندر لے گئے۔ میزبان بزرگ کی اہلیہ نے ان دونوں کے لئے کھانا تیار کیا، اور دونوں کو نیک دعائیں دینے لگیں۔ جب یہ ان سے جدا ہونے لگے تو بولے : اے بھائی میں آپ سے جو سوال کرنا چاہتا ہوں، اس کا مجھے جواب تو دید یجئے۔ میزبان بزرگ نے فرمایا کہئے، کیا بات ہے میرے بھائی؟ مہمان نے کہا کہ میں سال گذشتہ حاضر ہوا تھا تو میں نے آپ کی اہلیہ کو بدزبان (پھوہڑ) ناشائستہ برا بھلا کہنے والا پایا تھا، اور میں نے دیکھا تھا کہ آپ پہاڑ کی جانب سے شیر کی پیٹھ پر لکڑیاں لادے تشریف لا رہے تھے، اور شیر آپ کے تصرف (کنٹرول) میں تھا، اور اس سال میں نے دیکھا کہ آپ کی اہلیہ نرم گفتار ہیں برا بھلا نہیں کہہ رہی ہیں اور آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی ہی پیٹھ پر لکڑیوں کا گھٹر لادے تشریف لا رہے ہیں، وجہ کیا ہے؟ میزبان بزرگ نے فرمایا اے میرے بھائی وہ بدخلق جھگڑالو عورت وفات پا گئی، اور میں اس کی بداخلاقی پر بہت صبر کرتا تھا، اور جو کچھ بھی اس کی جانب سے ظاہر ہوتا اسے جھیلتا تھا، میں اس کے ساتھ بہت ہی دقت اور تھکن دکھن میں تھا، اس لئے اللہ نے میرے لئے اس شیر کو مسخّر (قابو میں) کر دیا تھا جس کو تم نے دیکھا تھا کہ وہ اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لادے ہوئے تھا۔ یہ سب کچھ میرے اپنی بیوی پر صبر وتحمل وبرداشت کے نتیجہ میں تھا (اس کی برکت سے تھا) جب اس کا انتقال ہو گیا تو میں نے اِس نیک خاتون سے شادی کر لی، میں ان کے ساتھ راحت وآرام میں ہوں،

لیکن شیر مجھ سے دور ہو گیا، اور میں اپنی ہی پیٹھ پر لکڑیاں لادنے پر مجبور ومحتاج بن گیا۔ اس نیک بابرکت فرماں بردار بیوی کی وجہ سے، کتاب الکبائر ص ۱۹٦، **للشیخ شمس الدین أبی عبداللہ محمد بن احمد الدمشقی الشافعی۔**

حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ فرماتے ہیں کہ اچھی اور کامیاب زندگی وہ ہے جس میں خاوند کو بھی سکون ہو اور بیوی کو بھی سکون ہو، اگر دونوں میں سے کسی ایک کو بھی سکون نصیب نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کامیاب زندگی نہیں۔ اور آج تو اللہ کی شان ایسا معاملہ بن گیا کہ شاید ہی کوئی خاوند ایسا ہو جو دن میں ایک بار بیوی کی قسمت کو نہ روئے، اور شاید ہی کوئی بیوی ایسی ہو جو دن میں ایک بار اپنے خاوند کو نہ کوسے۔ یہ سب ہماری بے علمی اور بے عملی کا نتیجہ ہے۔ (خواتین کے لئے تربیتی بیانات صفحہ ۵۵)

طلاق سے احتیاط واحتراز

۱۔ تَزَوَّجُوا وَلَا تُطَلِّقُوا فَإِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الذَّوَّاقِيْنَ وَلَا الذَّوَّاقَاتِ،

رواہ الطبرانی عن أبی موسیٰ، فیض القدیر ص ۲۴۳ ج ۳۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے شادی کرو طلاق نہ دو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا ذائقہ چکھنے والوں کو اور نہ ذائقہ چکھنے والیوں کو۔

علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ نکاح دین کے ارکان مصالح میں سے ایک رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو مخلوق خداوندی کے بڑھنے کا ذریعہ بنایا ہے، اور نکاح کو دین اسلام میں مشروع فرمایا ہے۔

۲۔ تَزَوَّجُوا وَلَا تُطَلِّقُوا فَإِنَّ الطَّلَاقَ يَهْتَزُّ لَهَا الْعَرْشُ۔

عد۔ عن علی رضی اللہ عنہ۔ (ض) فیض القدیر رقم حدیث، ۳۲۸۹۔

ارشاد نبوی ہے، شادی کرو اور طلاق نہ دو، پس بیشک طلاق سے (رحمن کا) عرش دہل جاتا (تھرتھراتا) ہے، علامہ عبدالرؤف مناوی شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں یعنی بغیر عذر شرعی کے طلاق نہ دو، عرش کے ہلنے دہلنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے اردگرد فرشتے بے چین ومضطرب ہوجاتے ہیں...... اس لئے کہ طلاق میں وصال کو فراق سے بدلنا پایا جاتا ہے اور اجتماعیت اور جوڑ کو بکھیر دینا پایا جاتا ہے۔ لیکن اگر واقعی شرعی عذر پایا جائے تو نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ بعض اوقات تو واجب ہوجاتا ہے، بہرحال یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ طلاق دینا مکروہ ہے اور جمہور علماء نے اسی کو اختیار کیا ہے، (فیض القدیر ۳ / ۲۴۳)

۳۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ، رواہ ابو داؤد رقم الحدیث ۲۱۷۸۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند حلال چیز طلاق ہے۔

۴۔ لَا تُطَلِّقُوا النِّسَاءَ إِلَّا مِنْ رِيْبَةٍ فَإِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الذَّوَّاقِيْنَ وَلَا الذَّوَّاقَاتِ۔ (عن أبي موسیٰ رضی اللہ عنه)

حدیث نبوی ہے کہ عورتوں کو طلاق نہ دو مگر تہمت سے (وہ کسی برائی کا ارتکاب کریں) پس بیشک اللہ تعالیٰ شانہ جوڑیاں بدل کر ذائقہ چکھتے رہنے والوں اور ذائقہ چکھتے رہنے والیوں کو پسند نہیں فرماتا، روایت کیا اس کو حضرت ابوموسیٰؓ نے۔

یعنی جو لوگ مرد وعورت محض تلذذ وتلطف کی خاطر رشتے بدلتے رہیں، ایک نکاح کیا اور طلاق دیکر پھر دوسرا نکاح کرلیا۔ اس ارادہ سے نکاح کرنا بھی مکروہ ہے۔ اور بغیر کسی تہمت اور بغیر کسی عذر شرعی کے طلاق دینا بھی مکروہ ہے۔ کذا فی فیض القدیر للمناوی ج ٦ ص ٤١١۔

چھٹیاں منانے کو شہر سے وہ آئے ہیں
موسمی پرندوں کا اعتبار مت کرنا

۵۔ وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيَاتِ اللهِ هُزُوًا۔ البقرہ ۲۳۱، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پہلے لوگوں کی حالت یہ تھی کہ اول طلاق دیدیتے تھے اور پھر یہ کہتے کہ ہم نے تو مذاق کیا تھا۔ اور اسی طرح غلام اور لونڈی کو آزاد کردیتے اور پھر کہتے کہ ہم نے تو مذاق کیا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيَاتِ اللهِ هُزُوًا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا جدّ یعنی حقیقت

توحقیقت ہے ہی مگران کا ھزل یعنی ان کا ہنسی اور مذاق کے طور پر کہنا بھی حقیقت ہی کا حکم رکھتا ہے۔وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

ا۔نکاح،۲۔طلاق،۳۔اوررجعت،تفسیر معارف القرآن،حضرت مولانا محمد ادریس کاندہلویؒ ۱/ ۴۴۲۔

ثَلَاثٌ لَا يَجُوْزُ اللَّعْبُ فِيْهِنَّ، اَلطَّلَاقُ وَالنِّكَاحُ وَالْعِتْقُ، **عن فضالة بن عبيد الأنصاريؓ رفعه، طبرانی، كذافی مجمع الزوائد للهيثم (۴/۳۳۵)**

تین چیزوں میں کھیل (کھلواڑ) جائز نہیں ہے،طلاق اور نکاح اور مملوک آزاد کرنا،مرفوعاً روایت کیا اس کو حضرت فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ نے۔

زمانۂ جاہلیت میں طلاق دیدینے اور غلام وباندی کو آزاد کرنے کے بعد مکر جاتے،انکار کردیتے اور کہتے میں نے تو مذاق کیا تھا،اسلام نے اس مذاق کو منع کردیا اور حکم طلاق کو نافذ کیا۔

۶۔ اَيُّمَا اِمْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ۔(صحیح) مسند احمد،سنن ابی داؤد،سنن بیہقی،سنن ترمذی،صحیح ابن حبان،**عن ثوبان رضی الله عنه، الجامع الصغير وزيارته۔ للألبانی، المكتب الاسلام۔ رقم الحديث (۲۷۰۶)**

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی بیان کی......جو کوئی عورت اپنے شوہر سے بغیر کسی حرج کے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی سخت دِقّت وپریشانی وحرج کے طلاق نہ مانگے لیکن اگر خود شوہر اسے علیحدگی پر مجبور کردے اور اس کے ساتھ رہنا دوبھر ودشوار ہوجائے اور

ساتھ رہنے میں حدود اللہ کی حفاظت نہ ہو سکے گی اور نبھاؤ (نباہ) ممکن نہ نظر آرہا ہو، یا وہ خود اس عورت کو تکلیف واذیت ہی اس لئے دے رہا ہو کہ یہ خود پریشان ہو کر خلع پر آمادہ ہو جائے تو ان حالات میں طلاق مانگ سکتی ہے۔ اب یہ گنہگار نہ ہوگی۔ **فیض القدیر للمناوی ۳ / ۱۳۸ مطبوعہ بیروت**

محرر مذہب علامہ ابن نجیم مصری حنفی شرح کنز میں تحریر فرماتے ہیں کہ :
طلاق کا سبب (اس کو شریعت اسلامیہ میں مشروع رکھنے کی وجہ) چھٹکارا پانے کی ضرورت ہے، اور یہ نوبت اس وقت آتی ہے جب مزاج کی ہم آہنگی نہ رہے طبیعت میں بالکل تضاد ہو جائے ، اور ایسا بغض اور نفرت وکدورت پیدا ہو جائے جو اللہ کے مقرر کردہ احکام پر عمل سے باز رکھے، بلکہ اگر دیکھا جائے تو ان حالات میں طلاق حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے رحمت ہے۔ اور طلاق کی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناگوار وناپسند ہے۔ مستفاد، البحر الرائق ۳ / ۲۳۶، مطبوعہ کوئٹہ۔

آگے فرماتے ہیں کہ طلاق اس لئے ممنوع وناپسند ہے کہ اس میں نکاح جیسی عظیم نعمت کی ناقدری ہے، طلاق مجبوری کے لئے مباح کی گئی ہے۔ ..... ایضاً

چنانچہ طلاق سے دینی مصالح بہت سی فوت ہوتی ہیں مثلاً عفت وعصمت کی حفاظت، جبکہ زنا تو تمام ہی ادیان میں منع ہے۔ اور طلاق سے بہت سی دنیوی مصلحتیں بھی فوت ہوتی ہیں کہ عورت کو شوہر سے نان نفقہ حاصل ہوتا ہے، سکنیٰ وغیرہ کی ذمہ داری بھی اسی پر ہوتی ہے، اولاد بھی حاصل ہوتی ہے۔ (عنایہ علی الھدایہ)

۸۔ طلاق کا مشورہ چاہے جانے پر حضرت مفتی حکیم احمد حسن خان صاحب دامت برکاتہم کا جواب ملاحظہ فرمائیے :

سوال : زید اپنی زوجہ کی بعض حرکتوں سے تنگ آیا ہوا ہے، اب اس نے سوچ لیا ہے کہ ایسی عورت کو طلاق دیدے، لیکن زید طلاق دیدینے سے پہلے دین کا حکم معلوم کرنا چاہتا ہے، کہ کیا وہ طلاق دے سکتا ہے؟

جواب : طلاق تو دے سکتا ہے، اور طلاق دینے میں بجز زبان ہلا دینے کے کوئی خرچہ یا انتظام بھی نہیں کرنا پڑے گا، لیکن زید کو طلاق کا فعل کرنے سے پہلے یہ سوچنا چاہئے کہ خود اس سے کتنی ہی حرکتیں ایسی ہوتی ہوں گی جو خدائے تعالیٰ کے نزدیک نہایت بری ہونگی، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ زید کو اپنے انعامات واحسانات سے پل بھر محروم نہیں فرما رہا ہے، اگر زید کی حرکتوں سے رب العالمین بھی ناراض ہو کر اسے اپنے کرم سے محروم فرما دے تو پھر زید کا کہاں ٹھکانہ ہوگا، اس لئے زید کو چاہئے کہ وہ اپنی زوجہ کی بعض ایسی حرکتوں کو برداشت کرے، اور حسن اخلاق کے ساتھ اس کی اصلاح اور سدھار کی کوشش کرتا رہے، رسول علیہ السلام کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو ایسے اخلاق سیکھنے چاہئیں جیسے اخلاق رب العالمین کی طرف سے بندوں کے ساتھ سامنے آیا کرتے ہیں ۔ (تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ) طلاق ان اجازت والے کاموں میں سے ہے جنہیں حضور علیہ السلام نے انتہائی ناپسندیدہ بتایا ہے ، ان تفصیلات کی موجودگی میں زید کو چاہئے کہ وہ زوجہ کی کوتاہیوں سے صرف نظر کر کے طلاق کے خیال سے باز آئے فقط، ۱۰ر دسمبر ۱۹۶۸ء، فتاویٰ علم وحکمت دوم ص ۲۴۸۔

چمن کا رنگ گو تو نے سراسر اے خزاں بدلا
نہ ہم نے شاخ گل چھوڑی نہ ہم نے آشیاں بدلا

۹۔ خداوند تعالیٰ کے ارشاد عالی : پس اگر تم ان (عورتوں) کو ناگوار سمجھو (اور طلاق دینا چاہو) تو ممکن ہے کہ جسے تم مکروہ وناپسند خیال کررہے ہو اللہ اسی میں خیر شامل فرمادے، علامہ آلوسی بغدادی اس کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں :

کہ اگر تم لوگ اپنی بیوی کو ساتھ رکھنا پسند نہ کرو اور طبیعت کے تقاضہ سے ان کو جدا کردینا چاہتے ہو جبکہ ان کی طرف سے واقعی کوئی ایسی حرکت نہ ہو جو طلاق کو واجب کردے تو بہت ممکن ہے کہ جس رشتۂ نکاح اور امساک ورفاقت کو تم برا سمجھ رہے ہو اللہ تعالیٰ اسی میں خیر مقدر فرمادے، جیسے اسی عورت سے اولاد حاصل ہوجائے یا ناگواری کے بعد آگے چل کر پھر سے محبت والفت قائم ہوجائے، تو مطلب یہ ہوا کہ ناگواری ناپسندیدگی کے باوجود صبر سے کام لو محض اپنے نفس اور من چاہی سے ان کو طلاق دیکر جدا نہ کرو، تفسیر روح المعانی، ۴/ ۲۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی۔

۱۰۔ مفتئ اعظم حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں۔ اسلام نے اگرچہ طلاق کی حوصلہ افزائی نہیں کی، لیکن بعض ضرورت کے مواقع میں اجازت دی، تو اس کے لئے کچھ اصول وقواعد بنا کر اجازت دی، جن کا حاصل یہ ہے کہ اس رشتۂ ازدواج کو ختم کرنا ہی ضروری ہوجائے تو وہ بھی خوبصورتی اور حسن معاملہ کے ساتھ انجام پائے، محض غصہ نکالنے اور انتقامی جذبات کا کھیل بنانے کی صورت نہ بننے پائے۔ تفسیر معارف القرآن ۸/ ۴۷۸، ربانی کلاں۔

مسافر ہیں ہم بھی مسافر ہو تم بھی کسی موڑ پر پھر ملاقات ہوگی

۱۱۔ خوبصورت نہ ہونے کی وجہ سے طلاق دینا۔

سوال : زید اپنی زوجہ کو طلاق دینا چاہتا ہے، زید کہتا ہے کہ لڑکی خوبصورت نہیں ہے، اس لئے طلاق کا خیال ہے، آپ اس میں کیا رائے دیں گے۔

جواب : طلاق اللہ تعالیٰ کو نہایت درجہ ناپسند ہے اس لئے زید بیوی کو طلاق نہ دیں، زید اس کی ظاہری صورت کو ناپسند کر کے خود ایک ناپسند کام (طلاق دینے کا کام) اپنانا چاہتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ اس رشتہ اور اس عورت میں خدا نے کیا کیا اچھائیاں ان کے لئے رکھی ہیں، ۵ رجب ۹۵ ۱۳ھ احمد حسن غفرلہ، فتاویٰ علم وحکمت جلد دوم ص ۲۳۴۔

ع حسن صورت چند روزہ حسن سیرت مستقل
اس سے خوش ہوتی ہیں آنکھیں اس سے خوش ہوتا ہے دل

اور

نہ جا ظاہر پرستی پر اگر کچھ عقل ودانش ہے
چمکتا جو نظر آتا ہے سب سونا نہیں ہوتا

۱۲۔ طلاق دینے والا دوسری شادی کر لیتا ہے تو اسی میں مگن ومست ہو جاتا ہے، وہ ”ہر روز روز عید و ہر شب شب برات“ کا مصداق بن جاتا ہے۔ ع

تم نے بندکمروں میں روشنی سجا لی ہے
کیا خبر تمہیں باہر رات کتنی کالی ہے

اس کے برخلاف طلاق شدہ خاتون چار چار آنسوں بہا کر اپنے اوپر لادے ہوئے بوجھ کو شکم سیری کی خاطر در بدر بھٹکتی پھرتی ہے، کہیں برتن مانجھکر، کہیں کپڑے دھوکر، اور

کبھی اپنی عزت وناموس کی حفاظت کی خاطر کسی کنویں میں چھلانگ لگا کر، یا ریل کی پٹری پر لیٹ کر یا کسی تالاب میں غرقاب ہوکر اپنی زندگی کا خاتمہ کرگذرتی ہے۔

اب تو گھبرا کے کہدیتے ہیں مرجائیں گے
مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

آہ..... کہ جس نے آسمان سے ستارے توڑ کر لا کے قدموں میں نچھاور کر دینے کے وعدے کئے تھے، جس نے ساتھ جینے مرنے کی قسم کھائی تھی۔ اور جس نے زلفوں کے سائے میں زندگی کی شام کر دینے کے عہد و پیمان کئے تھے، اس نے زندگی کی اس دہلیز پر آکے یہ سانحہ دیا۔ یہ تو سوچا بھی نہ جا سکتا تھا، بقول کسی شاعر :

طلاق دے تو رہے ہو غرور وقہر کے ساتھ
میرا شباب بھی لوٹا دو میرے مہر کے ساتھ
پیار میں سوچا نہ تھا ایسے بھی ہوں گے امتحاں
تم بھی بنوگے اجنبی ہم بھی نظر چرائیں گے
بعد مدت کے یہ ہوا معلوم
دشمنی دوستی سے ہوتی ہے

اور اس سے بڑی ستم ظریفی کیا ہوگی کہ پورا سماج، پوری برادری اس عورت کی مفلوک الحالی، بے سرو سامانی، پژمردگی وافسردگی دیکھنے کے باوجود کسی حل کا متلاشی نہیں ہوتا، شاید اس لئے کہ ہر ایک کو اپنا رونا خود رونا چاہیئے، اور اپنے درد وکسک کو خود ہی سہنا وبرداشت کرنا چاہیئے۔

خدائے قہار وجبار کے قہر وغضب سے ڈرنا چاہیئے، ''خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے''، اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں (بلکہ نہ دیر ہے نہ اندھیر ہے) ''تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہے''، ''جو جیسا کرتا ہے وہ ویسا بھرتا ہے''، ''غریب وقلاش کا جلتا بھبھکتا ہوا جھونپڑا دیکھ کر قہقہے لگانے اور ٹھٹھہ مارنے والے نہیں سمجھ پاتے کہ یہ آگ ایک نہ ایک دن ان کے شیش محلوں تک بھی پہونچ سکتی ہے''۔

یہ دنیا ہے ''یہاں ہر بڑی مچھلی اپنے سے چھوٹی مچھلی کو نگل رہی ہے'' لیکن کبھی خالق ارض وسماء اس مچھ کے لئے مگر مچھ بنا دیتا ہے، ''لکلِّ فرعون موسیٰ''، اور ''ہر سیر کو سوا سیر'' کی مثال صادق نظر آتی ہے۔

زمانہ ہنس رہا ہے آج بسمل تیرے رونے پر
نہ جانے کس کے رونے کی اڑائی تھی ہنسی تو نے

۱۳۔ اور اکثر وبیشتر ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں کہ طلاق کے بعد زوجین قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم دونوں میں آپس میں کبھی لڑائی نہیں ہوتی تھی، کوئی صورت بتا دیجئے، گویا کہ دور دور سے پوریاں کسی اور نے سینکیں، اور شوہر کے کاندھے پر بندوق رکھ کر کسی اور نے چلائی، لیکن الفاظ کا تکلم تو شوہر نے کیا ہے اس لئے حکم شرعی اپنا اثر دکھائے گا۔ اور اس صورت پر تو جتنا بھی رنج وماتم کیا جائے کم ہے کہ گھر گرہستی کا کوئی قضیہ جھگڑا نہیں کوئی اور اپنے کام کے لئے دوسرے کو اکسا کر طلاق وتفریق کروا دے اور شوہر صاحب دوسروں کا مہرہ بن کر اور غیر کے ہاتھ کٹھ پتلی ہو کر طلاق کا اقدام کر کے اپنا جنت نشان گھر جہنم کے مانند بنا دیں۔

۱۴۔ میاں بیوی کے الگ الگ ہوجانے کے بعد بچوں کی نفسیات پر بہت برا اور گہرا اثر پڑتا ہے۔

۱۵۔ میاں بیوی کے ایک عرصہ تک ساتھ رہنے کے بعد طلاق وفراق سے دونوں کو ذہنی کوفت ہوتی ہے۔ ع

اے دوست میں نے ترک تعلق کے بعد بھی
محسوس کی ہے تیری ضرورت کبھی کبھی

۱۶۔ مطلقہ کا عقد ثانی دشوار ہوجاتا ہے۔ گویا ”کرے کوئی بھرے کوئی“

دوستی کے پردہ میں لوگ ہم سے کھیلے ہیں
ہم تو کل بھی تنہا تھے آج بھی اکیلے ہیں

طلاق کے دنیوی مفاسد وخطرات

۱۔ عام طور پر طلاق کے بعد لوگوں کو پچھتا تا ہوا ہی دیکھا گیا ہے۔

کیا ملا آپ کو جدا ہو کر   آج دنیا ہنسی اڑاتی ہے

۲۔ دوسری شادی میں دقت ورکاوٹ آجاتی ہے۔

۳۔ بسا اوقات اس گھرانے میں لڑکی دینے سے لوگ پس وپیش کرتے ہیں۔ (کترانے لگتے ہیں)

۴۔ اس کو اپنے لئے بیوی مل بھی جاتی ہے تو بچوں کے لئے ماں نہیں۔

پت جھڑ نے اس درخت کا نقشہ بدل دیا
شاخیں تو آج بھی ہیں مگر سائباں گئے

۵۔ جن رشتوں یا افراد کے اکسانے یا بھڑکانے پر آدمی طلاق دیتا ہے وہ رشتے طلاق کے بعد اس کے ان معصوم نونہال بچوں وبچیوں کے لئے عملاً ہمدرد وغم گسار ثابت نہیں ہوتے، سب اپنے اپنے بچوں میں مگن اور مست شاداں وفرحاں رہتے ہیں، اور وہ بچے یتیم ولاوارث کی طرح بھٹکتے میلے کچیلے نظر آتے ہیں۔

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

۶۔ اگر دوسری شادی ہو بھی جاتی ہے تو بہت سوں کو کہتے سنا گیا، کانی چھوڑ کر اندھی ملی۔

۷۔ ایسے لوگوں کو خوشحال کم، بدحال زیادہ دیکھا گیا ہے ۔(گرچہ یہ قاعدہ کلّیہ لازمہ نہیں ہے)

۸۔ مطلقہ خواتین طلاق کے بعد سسرال سے بچے لیکر بھی اپنے میکہ آجاتی ہیں، اور یہ معاملہ شرعی وقانونی حق حضانت و پرورش تک محدود نہیں رہتا بلکہ حد سے متجاوز ہوجاتا ہے ۔جس سے ایک گھر کا نظام متاثر ہونے کے بعد دوسرے گھر کا نظام منہدم ہوجاتا ہے، اپنے بچوں کو دکھ سکھ میں کیسے بھی رکھا جاسکتا ہے لیکن سماج کی نظر میں بنے رہنے کی خاطر آنے والے بچوں کو اپنی حیثیت ووقعت سے زیادہ ملحوظ رکھا جاتا ہے ۔ جس سے خاندانی توازن برقرار نہیں رہ پاتا، خاص طور پر اس وقت جب نانا ماموں کی تمام تر توجہات ان بچوں پر مبذول ہوجاتی ہیں ۔اور اپنے بیٹوں و پوتوں سے توجہ ہٹا لی جاتی ہے ۔

۹۔ بچے اپنے ددھیال سے محروم ہوجاتے ہیں، باپ دادا کی محبت وشفقت کو وہ تا عمر نہیں جان پاتے ، بیماری آزاری ،غمی خوشی ،موت زندگی ہنسنے رونے تک میں باپ دادا چچا تایا کوئی خیال نہیں کرتے ،کسی طرح کا سہارا بننا دور کی بات ایک برادری یا سماج کے فرد ورکن ہونے کے ناطے عیادت وتعزیت ومسرت وتہنیت تک نہیں کرتے ۔

۱۰۔ یہ بچے جس طرح ایام طفولیت میں باپ کے نان نفقہ اور شفقت ومحبت سے محروم ہوئے تھے اسی طرح آگے چل کر جدّی وآبائی ترکہ ومیراث سے بھی مکمل بے دخل ومحروم قرار دیئے جاتے ہیں ۔

۱۱۔ ننھیال آنے کے بعد وہ بچے دیکھتے ہیں کہ کس طرح دوسرے بچے کبھی ابّو جی، ابّاجی، پاپا، ڈیڈی، انکل بولتے ہیں لیکن یہ بچے ان الفاظ سے کس کو پکاریں؟ لمحۂ فکریہ ہے۔......

۱۲۔ جن والدین نے اپنی بچی کے ہاتھ پیلے کرنے کے لئے اور اپنی جگر گوشہ کو عزت وعافیت کے ساتھ رخصت وودادع کرنے کے لئے اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی صرف کرڈالی تھی، بلکہ بعض غریب ومفلس افراد رہن وگروے رکھ کر، قرض حسنہ لیکر اپنے دل کے ٹکڑے کی شادی سے فارغ ہوتے ہیں، ابھی قرض کی قسطیں پوری نہیں ہو پاتیں کہ طلاق کا سانحہ سوہانِ دل بن جاتا ہے، اورسماج کے وہ طاقتور اصحاب وقاروتمکین وصاحب اثر ورسوخ جنہوں نے ماضی قریب میں اپنی نگرانی میں اس بچی کو رخصت کرایا تھا وہ اپنی قوت وطاقت اور حشمت ورفعت کے باوجود خاموشی اختیار کئے رہتے ہیں۔شاید اس لئے کہ یہ بچی ان کی اپنی نہیں۔جبکہ...

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیان

کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

فَظلمُ ذَوِی القُرْبیٰ اشدُّ مَضاضۃً
علَی المرئِ مِن وَقعِ الحسامِ المُھَنَّدِ

اور کسی نے فارسی میں اس کو یوں نظم کیا ہے ؎

من از بے گانگاں ہرگز نہ نالم   کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

اردو میں اس مضمون کو شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے ؎

کیا شکایت شمیم غیرو ں کی ہم نے اپنوں سے چوٹ کھائی ہے

....

ع بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن

اجابت از درحق بہر استقبال می آید

مظلوموں کی آہ سے ڈرو، اس لئے کہ ان کی دعاء کے وقت حق تعالیٰ کی بارگاہ سے اجابت (قبولیت) خود استقبال و خوش آمدید کو چلی آتی ہے۔

ع مباش در پۓ آزار وہرچہ خواہی کن

کہ درشریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

کسی کو ستانے و پریشان کرنے کے درپے مت ہو، کہ ہماری شریعت میں اس کے علاوہ (اس سے بڑا) کوئی دوسرا جرم نہیں ہے۔

کیا طلاق دینا سنت رسول ہے؟

بعض حضرات کا گمان ہے کہ طلاق دینا سنت رسول ہے، اور اس سے استدلال کرتے ہوئے یا طلاق دیدینے کے بعد اپنی شرم مٹانے کے لئے وہ اس بات کا سہارا لیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی طلاق دی ہے۔

ایک حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دوسرے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو۔

۱۔ یہ بات درست ہے کہ آپؐ نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک طلاق رجعی دی تھی، بائن نہیں یا مغلظہ نہیں دی تھی، غیر شرعی نہ دی تھی، غصہ میں بے قابو ہو کر نہ دی تھی۔

اس کے باوجود اللہ کی طرف سے رجعت کا حکم ملا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دیدی، جبریلؑ تشریف لائے اور فرمایا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے حفصہ کو طلاق دیدی جبکہ وہ کثرت سے (نفل) روزے رکھنے والی اور راتوں میں نمازوں میں بہت کھڑی رہنے والی ہیں۔ اور وہ آخرت میں آپ کی بیوی ہیں۔

غرض رسول کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو نکاح میں برقرار رکھا، رجعت فرمالی۔

وہاں تو اس نیک خاتون خداترس عابدہ زاہدہ کی شان میں بارگاہ ایزدی سے سفارش کا پروانہ آگیا، اب وحی کا سلسلہ منقطع ہے، اگر کوئی خاتون ولیّ وقت بارگاہ خداوندی میں بلند مرتبہ والی بھی ہوگی تو اس کے شوہر کے پاس آسمانی ہدایات براہ راست نہیں آسکتیں۔

۲۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو رسول پاک علیہ السلام نے طلاق دینے کا ارادہ تو فرمایا تھا لیکن طلاق دی نہ تھی، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ازواج مطہرات میں شامل رہنے کی درخواست کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمائی۔

احادیث کی تطبیق وتفصیل کے لئے (نوادر الفقہ ،ص ۳۰۲، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب کا مطالعہ کیا جائے)

۳۔ پھر پہلی زوجۂ محترمہ مطہرہ ام المؤمنین والمؤمنات حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تقریباً پچیس سال خدمت نبوی میں رہیں، کبھی طلاق کی نوبت بلکہ ذکر تک نہ آیا۔

۴۔ آیت تخییر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عائشہ کو یہ آیت سنانی چاہی تو پہلے فرما دیا کہ فوراً جواب نہ دینا، بلکہ پہلے ابّا جان سے مشورہ کرلینا، کہ کہیں ایسا نہو کہ کم عمری کی وجہ سے دوراندیشی ملحوظ نہ رہ سکے، لیکن قربان جائیے حضرت عائشہ کی فراست وذہانت پر کہ انہوں نے والدین کے مشورہ کے بغیر ہی حرم نبوی میں رہنے کو باعث سعادت وافتخار سمجھا۔

۵۔ پھر جو صاحبان طلاق کو سنت رسول کہکر اپنی من چاہی پوری کرنا چاہتے ہیں، اوراس لئے وہ اپنی بیویوں کو طلاق دیکر ماجور عند اللہ ہونا چاہتے ہیں، یا بزعم خویش اس سنت پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں وہ جان لیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کو بھی طلاق سے سابقہ پڑا تھا، کیا وہ اس واقعہ کو بھی سنت جان کر اپنی بیٹیوں کے لئے یہ عمل مناسب سمجھیں گے؟ ہر گز نہیں، لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ ، البخاری ۱/ ۱۰ ومسلم فی الایمان (۷۱) کذا فی کنوز الحقائق ۹۴۰۷،تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔

❁❁❁❁❁

طلاق کا اختیار صرف مرد کو ہی کیوں؟

۱۔ قَالَ اللہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی : وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ، وَاللہُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔(البقرہ۔۲۲۸)

اوران عورتوں کومعروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے (مردوں کو) ان پرحاصل ہیں، یہاں مردوں کوان پرایک درجہ فوقیت ہے(آسان ترجمۂ قرآن)

حضرت مولانا محمد ادریس صدیقی کاندھلویؒ تحریر فرماتے ہیں ۔حکمت اور مصلحت اسی میں ہے کہ کہ طلاق اور رجعت کا اختیار مردوں ہی کے ہاتھ میں رہے، عورتیں کچھ توکم عقل ہیں، اور کچھ جلد باز اور بے صبری ہیں۔ان کے ہاتھ میں اگرطلاق اوررجعت کا اختیار دیدیا جاتا تو ہر شہر میں روزانہ ہزارطلاقیں پڑا کرتیں، اور پھر جب طلاق دینے کے بعد ہوش آتا اور اپنا اور اپنے بچوں کا انجام نظروں کے سامنے آتا توسر پیٹتیں اورروتیں،تفسیر معارف القرآن،۱/ ۴۳۰)

۲۔ اَلطَّلَاقُ بِالرِّجَالِ وَالْعِدَّةُ بِالنِّسَاءِ، ھدایہ۔لِأَنَّ الْمَرْأَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا كَرِهَتِ الزَّوْجَ غَيَّرَتِ الْبَيْتَ وَكَانَ ذٰلِكَ طَلَاقًا مِنْهَا. فَرَفَعَ ذٰلِكَ بِقَوْلِهٖ "الطَّلَاقُ بِالرِّجَالِ، عنایہ ۳/ ۴۹۴، بیروت۔

طلاق کا حق مردوں کو ہے اور عدت کا اعتبار وتعلق عورتوں سے ہے، اس لئے کہ زمانہ جاہلیت میں عورت اپنے شوہر کو ناپسند کرتی تو وہ اپنا گھر بدل لیتی اوریہی فعل اس کی جانب سے طلاق مان لیا جاتا تھالہذا ''الطلاق بالرجال'' فرما کرمردوں کو مخصوص طور پر یہ حق دے کرعورتوں کا حق طلاق ختم کر دیا گیا، انتہائی حیرت وافسوس

اور شرم کا مقام ہے کہ جس مرد بہادر کو اس کی دانشمندی، سوجھ بوجھ حکمت عملی صبر وضبط شجاعت وہمت وحوصلہ کی پختگی اور وقتی طور پر اچانک مُنفَعِل نہ ہوجانے کی صفات کی وجہ سے حق طلاق دیا گیا تھا وہ مرد آج اس کمزور بے صبری کم ہمت مُنفَعِلُ المزاج صنف نازک جلد باز سے بھی زیادہ بے صبرا بے ہمت اور جلد باز ثابت ہورہا ہے'' ذرا سا نمک تیز ہوجانے اور روٹی کچی یا زائد پک جانے یا کچھ ناز وانداز دکھلا دینے پر فوراً طلاق اور وہ بھی ایک نہیں، دو نہیں پوری تین اور بعض دفعہ تین پر بس نہیں بلکہ وہ سخاوت وفیاضی کا مظاہرہ کرتا ہے کہ جیسے آباء واجداد نے طلاقوں کے خزانے ترکہ میں چھوڑے ہوں۔ سماج سے ایک بیٹی لیکر یہ طلاق دینے والا شوہر سماج وبرادری کی ایک بیٹی کو اپنے گھر میں نہیں سنبھال پاتا اور نہیں نباہ پاتا (نبھاتا) جبکہ اس کے برعکس سماج یا برادری اس کی خود کی پھوپھیوں، بہنوں، بھتیجیوں، بیٹیوں کو اپناتا ہے، نبھاتا ہے، وہ یہ غور وفکر نہیں کرتا کہ اگر آج اس کے دماغ کی گرمی بڑھ گئی تو کل کو اس کے خود کے بہنوئیوں ودامادوں کے دماغ میں بھی خدائے قہار وجبار یہی گرمی پیدا کرسکتا ہے۔ من حفر بئراً لأخیه فقد وقع فیه۔ جو اپنے بھائی کے لئے کنواں (گڑھا) کھودے گا وہ خود اس میں گرے گا۔

۳۔ علامہ فخرالدین رازیؒ اپنی تفسیر کبیر میں ''اس موضوع پر کہ مرد عورتوں سے کن امور میں فضیلت رکھتے ہیں'' تحریر فرماتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔ عقل مرد میں عورت سے زیادہ ہوتی ہے۔

۲۔ دیت مرد کی بہ نسبت عورت کے زیادہ ہوتی ہے۔

۳۔ میراث میں مرد کو عورت سے زیادہ حصہ ملتا ہے۔

۴۔ مرد میں امام اور قاضی اور شاہد بننے کی صلاحیت زائد ہے۔

۵۔ مرد عورت کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کرسکتا ہے، اور عورت شوہر کے ہوتے ہوئے دوسری شادی نہیں کرسکتی۔

۶۔ جس صورت میں مرد کو عورت کے ترکہ سے ۵۰٪ پچاس فیصد ملتا ہے اس صورت میں عورت کو مرد کے ترکہ سے ۲۵٪ پچیس فیصد ملتا ہے۔

۷۔ شوہر کو حق ہے کہ وہ عورت پر طلاق واقع کر دے، اور رجوع کر لے، خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ (جب کہ عورت نہ طلاق دے سکتی ہے نہ رجوع کرسکتی ہے)

۸۔ مال غنیمت میں مرد کا حصہ عورت سے زیادہ ہے، لہذا جب عورت پر مرد کی فضیلت ثابت و متحقق ہوگئی تو یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ عورت مرد کی دست نگر ہے، مرد کے تصرف واختیار میں مجبور قیدی کے مانند ہے، اسی لئے جناب رسالتمآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو بیشک وہ تمہارے پاس قیدی ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے اللہ سے دو کمزوروں کے بارے میں ڈرو، ایک یتیم دوسرے عورت'' لہذا جب اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر بلند درجہ دیا ہے تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ مرد عورتوں کے حقوق بھی کھلے دل سے مکمل اور خوب ادا کریں، پس مردوں کا عورتوں کو تکلیف دینے اور ان کو ستانے پر اللہ کی طرف سے زجر وتہدید ڈانٹ وتخویف ہے، اور بات یہ ہے کہ جس پر اللہ کے انعامات زیادہ ہوتے ہیں اس سے خدا کی نافرمانی اور گناہ کا ارتکاب بھی زیادہ برا ہے اور وہ سختی وڈرائے جانے کا زیادہ ہی مستحق ہے، خلاصہ از، تفسیر مفاتیح الغیب معروف بہ تفسیر کبیر، ۶ / ۱۰۲،

طلاق کب، کیسے، اور کتنی دیجائے؟

ترتیب طلاق کے پانچ درجات

ارشادربانی:۔ مرد عورتوں کے نگراں ہیں ، کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے ، اور کیونکہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں چنانچہ نیک عورتیں فرماں بردار ہوتی ہیں ، مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (اس کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں ، اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہوتو (پہلے) انہیں سمجھاؤ، اور اگر اس سے کام نہ چلے تو انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہوتو) انہیں مار سکتے ہو پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کارروائی کا راستہ تلاش نہ کرو۔ یقین رکھو کہ اللہ سب کے اوپر، سب سے بڑا ہے۔(۳۴)

اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہوتو (ان کے درمیان فیصلہ کرانے کے لئے) ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے بھیج دو، اگر وہ دونوں اصلاح کرانا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں کے درمیان اتفاق پیدا فرمادے گا، بیشک اللہ کو ہر بات کا علم اور ہر بات کی خبر ہے (۳۵۔النساء، آسان ترجمۂ قرآن عثمانی)

ٹوٹے رشتے وہ جوڑ دیتا ہے بات رب پہ جو چھوڑ دیتا ہے

حضرت مفتی حکیم احمد حسن خاں صاحب زید مجدہم کے فتاویٰ سے ایک اقتباس جو طلاق دینے والوں کے لئے مشعل راہ ہے، غور سے ملاحظہ کیجئے۔

سوال:۔ زید پڑھا لکھا آدمی ہے، مگر اس کی اور بیوی کی کبھی نہیں بنتی، بار بار طلاق کا نام لیتا ہے، کوئی راستہ سمجھ میں نہیں آتا، آپ ہی اللہ اور رسول کی کوئی بات بتائیے، شاید یہ جھگڑے ختم ہوجائیں۔

جواب:۔ آپ کسی سمجھدار اور ہمدرد آدمی سے زید کو سمجھوائیے اور اس تک یہ بات پہنچائیے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے : کہ تم میں اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا رہے، (خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِأَهْلِهِ) یہ بھی بتائیے کہ طلاق کا بار بار تذکرہ کوئی اچھی بات نہیں ہے، کیونکہ طلاق ان جائز کاموں اور اجازت دیئے ہوئے ان امور میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ انتہائی ناپسند کرتا ہے، اس تدبیر کے ساتھ اس کے اخلاق کی اصلاح اور ان دونوں کی باہمی محبت کے لئے خدا کے حضور دعاء بھی کرتے رہیں۔ اگر یہ تمام تدبیریں عمل میں لاتے ہوئے بھی جھگڑے ختم نہوں، ایک دوسرے کے حقوق پامال ہورہے ہوں اور زندگی تلخ ہوتی جائے، تو پھر اسے بتائیے کہ میاں بیوی کے رشتہ کے لئے خداوندی ھدایت ایسی ہے کہ خوبی سے بیوی بنائے رکھیں، اگر ایسا نہ کرسکتے ہوں تو پھر اچھائی کے ساتھ چھوڑ دو۔ (اِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ پارہ ۲ ر ربع سوم) اب اگر آپ واقعی اداء حقوق اور اصلاح اخلاق سے قاصر ہیں تو پھر مجبوراً اسے طلاق دیکر اپنے کو پورا آزاد کیجئے۔ اور زوجہ کے دل ودماغ کو سکون دیجئے۔ ۸ر مارچ ۱۹۶۸ء، احمد حسن غفرلہ، فتاویٰ علم وحکمت ۲ / ۲۰۶۔

فرصتِ زندگی کم ہے محبتوں کے لئے
لاتے ہیں کہاں سے لوگ وقت نفرتوں کے لئے

ایک دوسرا استفسار وجواب دیکھئے۔

سوال:۔ میرے ایک ہی لڑکا ہے اس کی زوجہ اپنے میکہ میں رکی ہوئی ہے، نہ آتی ہے اور نہ طلاق چاہتی ہے، آپ فرمائیں ہم کیا کریں؟

جواب:۔ کچھ اصلاح پسند لوگوں کو جن کی رائے مشورہ اور کوشش کا اثر بھی ہوتا ہو انہیں بیچ میں ڈال کر معاملہ کو سلجھانے کی تدبیر اپنائی جائے۔ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۔(النساء۔ ۳۵) فتاویٰ علم وحکمت ۲ / ۲۱۶۔

زندگی یونہی بہت کم ہے محبت کے لئے
روٹھ کر وقت گنوانے کی ضرورت کیا ہے

شیخ عبد الرحمن بن حمّاد آل عمر تحریر فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے طلاق کی اجازت دی ہے اور اسکی مشروعیت اور جواز ان ناگزیر حالات میں ہے جب زوجین کے مابین اختلاف شدید ہوجائے، اور مزاج میں کوئی مناسبت نہ پائی جائے، اور الفت ومحبت ختم ہوجائے، اور باہمی نباہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے، چنانچہ ان ناگفتہ بہ حالات میں دونوں کو بدبختی سے بچانے کے لئے اسلام نے یہ اجازت مرحمت فرمائی ہے کہ زوجین خوش اسلوبی سے الگ ہوجائیں، اور پھر نئے سرے سے کسی شریک حیات کا انتخاب کرکے دنیا کی بقیہ زندگی خوشگوار گذار سکیں“ دین حق ”ص ۱۵۵، طباعت واشاعت وزارت اسلامی امور واوقاف ودعوت وارشاد مملکت سعودی عرب۔

طلاق کب دیجاسکتی ہے اور کن حالات میں نہیں؟

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔ اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دینے لگو تو انہیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو۔ (۱) اور عدت کو اچھی طرح شمار کرو، اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے، ان عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ خود نکلیں، الّا یہ کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ (۲) اور یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدود ہیں۔ اور جو کوئی اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدود سے آگے نکلے، اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تم نہیں جانتے، شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کردے۔ (۳)

پھر جب وہ عورتیں اپنی (عدت کی) میعاد کو پہنچنے لگیں تو تم یا تو انہیں بھلے طریقے پر (اپنے نکاح میں) روک رکھو، یا پھر بھلے طریقے سے ان کو الگ کردو، اور اپنے میں سے دو ایسے آدمیوں کو گواہ بنا لو جو عدل والے ہوں، اور اللہ کی خاطر سیدھی سیدھی گواہی دو، لوگو یہ وہ بات ہے جس کی نصیحت اس شخص کو کی جارہی ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا۔ (الطلاق۔ ۲)

جن عورتوں کو طلاق ہوگئی ان کی عدت یہ ہے کہ طلاق کے بعد ان کو تین ماہواریاں آجائیں، اب اس آیت میں طلاق دینے والوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر انہیں طلاق دینی ہو تو وہ ایسے وقت طلاق دیں کہ عدت شروع ہونے والی ہو، حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ ایسے وقت طلاق نہ دی جائے جب بیوی کو ماہواری آرہی ہو، بلکہ ایسے طہر یعنی پاکی کی حالت میں طلاق دیجائے جس میں بیوی سے جماع بھی نہ کیا ہو، اس حکم میں دو مصلحتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ایک یہ کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ اول تو جب میاں بیوی کا رشتہ ایک مرتبہ قائم ہوجائے تو وہ قائم رہے، اور اگر طلاق کے ذریعہ سے اس کے ٹوٹنے کی نوبت آئے تو وہ بھی اچھی طرح سوچ سمجھ کر شریفانہ طریقے پر ہو جس میں فریقین میں سے کوئی دوسرے کے لئے ناواجبی تکلیف کا سبب نہ بنے۔

اگر ماہواری کی حالت میں طلاق دی جائے ،تو ہوسکتا ہے کہ وہ وقتی نفرت کی وجہ سے دی جارہی ہو، یا اگر ایسی پاکی کی حالت میں دی جائے جس میں دونوں جماع کر چکے ہوں تب بھی ہوسکتا ہے کہ بیوی کی طرف شوہر کی رغبت کم ہوگئی ہو، اس کے بر خلاف اگر ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں ایک مرتبہ بھی جماع نہ ہوا ہو، تو عام طور پر یہ وقت ایسا ہوتا ہے جب بیوی کی طرف شوہر کی رغبت اپنے شباب پر ہوتی ہے، اس کے باوجود اگر وہ طلاق دے رہا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ طلاق کسی وقتی بے رغبتی کا نتیجہ نہیں ہے......۔

بعض مفسرین نے اس کی ایک اور تفسیر کی ہے، وہ آیت کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ: ''انہیں عدت کے لئے طلاق دو'' اور مطلب یہ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات کی ترغیب دے رہے ہیں کہ انسان جب بیوی کو طلاق دے تو رجعی طلاق یعنی ایسی طلاق دے جس سے عدت کے دوران رجوع کرنا ممکن ہو، گویا عدت تک کے لئے

طلاق دیجائے ، اس درمیان سوچنے سمجھنے کا موقع ہوگا، اور حالات معمول پر آجائیں تو طلاق سے رجوع کرلیا جائے ۔(تشریح ،آسان ترجمۂ قرآن عثمانی ص ١٧٥٦)۔

٢۔ اس آیت میں یہی ترغیب دی گئی ہے کہ طلاق دینی بھی ہو تو رجعی طلاق دینی چاہئے، کیونکہ طلاق بائن کے بعد شوہر کے ہاتھ سے رجوع کا اختیار نکل جاتا ہے، اور طلاق مغلظہ (تین طلاق) کے بعد میاں بیوی دونوں کے ہاتھ سے دوسرا نکاح کرنے کا اختیار بھی ختم ہوجاتا ہے،(عثمانی)

طلاق دینے کے تین طریقے ہیں ۔(١) احسن (٢) حسن (٣) بدعی

١۔ طلاق احسن یہ ہے کہ اگر طلاق دینا ہی آخری حل ہو تو حالت طہر میں طلاق دیجائے ، حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے، گناہ ہے، بدعت ہے، دوسرے یہ کہ اس طہر (پاکی کے دنوں) میں طلاق دی جائے جس طہر کے وقفہ میں شوہر نے اپنی بیوی سے قربت نہ کی ہو، اگر حالت طہر میں قربت کی جا چکی ہے تو طلاق دینا خلاف سنت ہے، اور طلاق دینے کے بعد خاموشی اختیار کرلی جائے اگر رجعت نہیں کرنی تو تین ماہواریاں یعنی مکمل عدت گذرنے کا انتظار کیا جائے ،جس وقت تیسری ماہواری ختم ہوگی عورت خود بخود بائنہ ہوجائے گی ،یعنی نکاح سے آزاد اور خود مختار اپنے نفس کی مالک ہوجائے گی، اب شوہر کو اس سے رجوع کرنے کا حق نہیں رہے گا، البتہ اگر شوہر دوبارہ چاہے تو اس مطلقہ عورت سے اس کی رضامندی سے مستقل نئے طور پر (ازسرنو) جدید مہر پر نکاح کرسکتا ہے، حضرات صحابہ کرام اس طریق کو پسند فرماتے تھے ۔

ع کچھ اور بڑھ گئے ہیں اندھیرے تو کیا ہوا
مایوس تو نہیں ہیں طلوع سحر سے ہم

ع اے کشتیٔ حیات کے ملاح غم نہ کر
ساحل پہ پھینک دیتا ہے طوفان کبھی کبھی

۲۔ دوسرا طریقہ طلاق حسن کا ہے اس کا دوسرا نام طلاق سنت بھی ہے اس معنیٰ کر نہیں کہ یہ کوئی ثواب وفضیلت کا کام ہے بلکہ اس اعتبار سے کہ طلاق واقع کرنے کا یہ طریق سنت سے ثابت ہے۔

اور وہ یہ کہ شوہر اپنی بیوی کو اس حالت طہر میں جس میں قربت ومجامعت نہ کی ہو ایک طلاق دیدے، دوسرے طہر میں دوسری طلاق دیدے، اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دیدے۔

ع دفعتًہ ترک تعلق بڑی نادانی ہے
الجھے دامن کو جھٹک کر نہیں جھاڑا کرتے

۳۔ تیسرا طریق یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاق دیدے یا ایک طہر میں تین طلاق دیدے یہ طلاق بدعت ہے، گناہ ہے، باعث ندامت ہے، آدمی اپنی نادانی وجلد بازی پر زندگی بھر شرمسار وپشیمان رہتا ہے، اور کوئی مناسب حل سامنے نہیں آپاتا۔

دشمنی جم کر کرو لیکن یہ گنجائش رہے
پھر کبھی جب دوست ہو جائیں تو شرمندہ نہ ہوں

✡✡✡✡✡

تین طلاق کی شناعت وقباحت

۱۔ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ: أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا، فَقَامَ غَضْبَانًا، ثُمَّ قَالَ: أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ، وَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ: أَلَا أَقْتُلُهُ، رواہ النسائی (۳۴۰۱)

ترجمہ۔ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کے بارے میں خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دیدی تھیں۔ پس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی غصہ میں کھڑے ہوئے، پھر فرمایا: کیا وہ اللہ کی کتاب سے کھیلتا ہے اور حال یہ کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، یہاں تک کہ (آپ علیہ السلام کی ناراضگی وجلال کو دیکھ کر) ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول: کیا میں اس کو قتل کردوں؟

۲۔ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّهُ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، قَالَ: فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ رَادُّهَا إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: يَنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ فَيَرْكَبُ الْحُمُوْقَةَ ثُمَّ يَقُوْلُ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، يَا ابْنَ عَبَّاسٍ وَإِنَّ اللهَ قَالَ: وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا وَإِنَّكَ لَمْ تَتَّقِ اللهَ فَلَمْ أَجِدْ لَكَ مَخْرَجًا، عَصَيْتَ رَبَّكَ وَبَانَتْ مِنْكَ اِمْرَأَتُكَ، وَإِنَّ اللهَ قَالَ: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ) فِيْ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ، رواہ ابوداؤد (۲۱۹۷)

ترجمہ:۔ حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا ایک شخص ان کے پاس آیا اور بولا کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں، مجاہد کہتے ہیں حضرت ابن عباس خاموش رہے، یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ شاید یہ اس کی بیوی کو اس کی طرف لوٹا دیں گے، (رجعت کا حکم کردیں گے) پھر فرمایا کہ تم میں سے کوئی چلا آتا ہے پہلے حماقت کا کام کر گذرتا ہے، پھر کہتا ہے اے ابن عباس، اے ابن عباس، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا تقوی اختیار کرے گا اللہ اس کے لئے نکلنے کی جگہ بنائے گا راستہ نکالے گا۔ (حل نکالے گا) اور بیشک تو اللہ سے نہیں ڈرا (اس لئے کہ تو نے اللہ کے بتائے ہوئے طریق پر طلاق نہیں دی بلکہ اکٹھی تین طلاق دیدی ہیں) اس لئے میں تیرے لئے حل، نکلنے کا راستہ نہیں پاتا، تو نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی، اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی : جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو عدت کے لئے طلاق دو۔

۳۔ واضح رہے کہ ایک ساتھ تین طلاق دیدینا گرچہ واقع ہوجاتی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کی تحقیق کے مطابق حرام اور بدعت ہے۔

ونزد امام ابو حنیفہؒ سہ طلاق دادن حرام و بدعت ست، ونزد شافعیؒ خلاف اَولیٰ وافضل، وباجود آں واقع شود، اَشعّۃ اللمعات، فارسی شرح مشکوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، ۳/ ۱۵۳۔

۴۔ اَلطَّلَاقُ ثَلَاثًا مُجْتَمِعًا بِدْعِیٌّ حَرَامٌ وَبِالتَّفْرِیْقِ عَلَی الْاِطْهَارِ مُبَاحٌ

تفسیر مظہری ۱/ ۳۰۳۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ تین طلاق ایک ساتھ دیدینا بدعت ہے، حرام ہے، اور الگ الگ تین طہروں میں دینا مباح ہے۔

۵۔ وَطَلَاقُ الْبِدْعَةِ وَهُوَ حَرَامٌ عِنْدَنَا لٰكِنَّهٗ إِذَا فَعَلَ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَبَانَتْ مِنْهُ وَحَرُمَتْ حُرْمَةً غَلِيْظَةً ، عنایہ شرح ھدایہ ۳/ ۴۶۸،

علامہ محمود بابرتیؒ فرماتے ہیں کہ طلاق بدعت ہمارے نزدیک حرام ہے، لیکن اگر ایسا کرلیا گیا تو تین طلاق واقع ہوجائینگی، اور اس کی عورت نکاح سے جدا ہو جائے گی (رجعت کا حق نہ رہے گا) اور حرمت مغلظہ سے حرام ہوجائے گی۔

۶۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی ہی ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں، اِنَّ جَمْعَ التَّطْلِيْقَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ أَوْ بِأَلْفَاظٍ مُخْتَلِفَةٍ فِيْ طُهْرٍ وَاحِدٍ حَرَامٌ بِدْعَةٌ مُؤْثِمٌ ۔تفسیر مظہری ۱/ ۳۰۰، بیشک دوطلاق، یا تین طلاق ایک لفظ یا مختلف الفاظ سے ایک طہر میں دیدینا حرام ہے، بدعت ہے، گناہ ہے۔

۷۔ والرواية الثانية (عن احمدؒ) أَنَّ جَمْعَ الثَّلَاثِ طَلَاقُ بِدْعَةٍ مُحَرَّمٌ ...اِخْتَارَهَا أَبُوْ حَفْصٍ، رُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَأَبِيْ حَنِيْفَةَ. قَالَ عَلِيٌّ لَا يُطَلِّقُ اَحَدٌ لِلسُّنَّةِ فَيَنْدِمُ ، اوجز المسالک ۱۱/ ۱۸۔مطبوعہ دمشق۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ تحریر فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ سے دوسری روایت یہ ہے کہ ایک ساتھ تینوں طلاق دیدینا بدعت ہے۔حرام ہے، اسی کو اختیار کیا ہے ابوحفص نے، اور یہی روایت کیا گیا ہے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے، اور وہ امام مالکؒ اور

امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص سنت طریق پر طلاق دے اوراس کو پچھتانا پڑے۔

۸۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دیدیں، آپ میرے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ : تیری بیوی کو تیری جانب سے تین طلاق تو پڑ گئیں، اور ستانوے ۹۷ طلاقوں سے تو نے اللہ کی آیتوں سے کھیل (کھلواڑ) کیا ہے، مؤطا امام مالک مع الأوجز، ۱۱/ ۱۰۔

۹۔ وَقَالَ العَيْنِيُّ (عمدة القاری ۱۴/ ۲۳۶) مَذْهَبُ جَمَاهِيْرِ الْعُلَمَاءِ اَنَّ مَنْ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهٗ ثَلَاثًا وَقَعْنَ، وَلٰكِنَّهٗ يَأْثِمُ، اوجز المسالک ۱۱/ ۱۳، دمشق۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو وہ تینوں پڑ گئیں۔ اورلیکن وہ گنہگار ہوگا۔

۱۰۔ وفی المحلّٰی ...وقال الحنفية : يَكُوْنُ بِدْعِيًا اِذَا أَوْقَعَهٗ بِكَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ لِحَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ عِنْدَ الدَّارَ قُطْنِيِّ، قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ لَوْطَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا فَقَالَ : اِذًا عَصَيْتَ رَبَّكَ، وَبَانَتْ مِنْكَ اِمْرَأَتُكَ، اھ اوجز ۱۱/ ۱۷۔

علامہ ابن حزم ظاہری نے فرمایا، اور حنفیہ نے کہا کہ طلاق بدعت ہوگی جبکہ یکبارگی دیدے دارقطنی کی حدیث ابن عمرؓ کی وجہ سے، کہ ابن عمر نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، آپ کیا فرماتے ہیں، اگر میں اس (بیوی) کو تین طلاق دیدیتا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تب تو تم اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتے، اور تمہاری بیوی تم سے بائنہ (جدا) ہوجاتی۔

۱۱۔ حضرت مولانا مفتی حکیم احمد حسن خان صاحب دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں : طلاق دینا ضروری ہی ہے تو صرف ایک طلاق دیجائے ،اس کے بعد جو بھی حالات ہوں گے ہو جائیں گے ،لیکن طلاق دینے سے پہلے ایک بار کچھ اچھے اور صلح پسند آدمیوں کو بیچ میں ڈال کر رشتہ کو بنائے رکھنے کی کوشش کر کے اس پر عمل کر کے دیکھیں ،احمد حسن غفرلہ ۔(فتاویٰ علم وحکمت دوم ص ۹ ۲۳)

۱۲۔ حضرت مفتی سید عبد الرحیمؒ لاجپوری ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

الجواب :۔ بلا وجہ شرعی طلاق دینا سخت گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا اور شیطان کو خوش کرنا ہے، البتہ کسی وجہ سے شوہر اور بیوی میں ایسی رنجش ہوگئی ہو کہ ایک دوسرے کے حقوق پامال ہو رہے ہوں، اور طلاق کے بغیر چارہ ہی نہ ہو تو طلاق دینے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ شوہر ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ کی ہو صرف ایک طلاق دے، غصہ اور جوش میں آکر تین طلاق دینے کا جو رواج چل پڑا ہے بلکہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تین طلاق کے بغیر طلاق ہی نہیں ہوتی یہ بالکل غلط ہے، ایک طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے، اور شوہر عدت میں رجوع نہ کرے تو عدت پوری ہونے کے بعد عورت بائنہ (یعنی نکاح سے جدا) ہو جاتی ہے، اور جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے، جوش اور غصہ میں آکر تین طلاق دیدیتے ہیں، جب جوش اور غصہ ختم ہوتا ہے تو پچھتانے اور پریشانی و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر ایک طلاق دی ہوتی اور اس کے بعد شوہر کا ارادہ بیوی کو اپنے پاس رکھنے کا ہو تو بہت آسان ہے، صرف قولاً یا عملاً رجوع کر لینا کافی ہے، عورت اس کے نکاح میں رہے گی۔ (رجوع پر گواہ بنا لینا بہتر ہے) اور اگر عدت پوری ہوگئی اور اس کے بعد دونوں کا ارادہ ساتھ

رہنے کا ہو جائے تو دونوں کی رضامندی سے تجدید نکاح کافی ہوگا البتہ اس کے بعد شوہر دو طلاق کا مالک رہے گا، اور اگر شوہر نے اکٹھی تین طلاق دیدیں تو شوہر گنہگار ہوگا۔ اور تین طلاق کے بعد دونوں اپنا گھر آباد کرنا چاہیں تو شرعی حلالہ ضروری ہوگا۔۔(فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/ ۲۱۲، مطبوعہ رحمانیہ لاہور)

۱۳۔ حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کا ایک اور سبق آموز ہمدردی ونصیحت سے لبریز فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

"لہذا مسلمانوں کو تین طلاق دینے کا طریقہ بالکل چھوڑ دینا چاہئے، خاص کر غصہ کی حالت میں طلاق نہ دیں، غصہ میں شیطان انسان پر مسلط ہو جاتا ہے، اس وقت سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، اور جب طلاق دینے پر آتا ہے تو تین سے کم پر ٹھہرتا ہی نہیں، غصہ میں تین طلاق دیدینا جواں مردی اور پہلوانی نہیں، بلکہ حقیقت میں پہلوان وہ ہے جو غصہ میں اپنے اوپر قابو رکھے،...... اگر طلاق دیئے بغیر چارہ نہ ہو تو مناسب یہ ہے کہ طلاق دینے سے قبل کسی مستند تجربہ کار عالم یا مفتی سے مشورہ کرلیں، ان کے مشورہ پر عمل کریں، انشاء اللہ پشیمانی نہ ہوگی۔

بسا اوقات لوگ طلاق کا معاملہ وکیل کے پاس لیجاتے ہیں وکیل بھی طلاقنامہ لکھنے میں عموماً تین طلاق لکھتے ہیں، ان کو بھی اس سے احتراز کرنا چاہئے، بہت ہی شدید ضرورت ہو تو صرف ایک طلاق لکھنے پر اکتفاء کریں، عورت یا اس کے گھر والوں کا اصرار ہو تو ایک طلاق بائن لکھیں، یہ مضمون اچھی طرح سمجھ لیں، اور اس کے مطابق عمل کریں، (ملخصاً از فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/ ۲۱۱، رحمانیہ لاہور)

۱۴۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ رقمطراز ہیں۔آج کل دین سے بے پرواہی اس کے احکام سے غفلت بری طرح عام ہوتی جاتی ہے، جاہلوں کا تو کہنا کیا ہے لکھے پڑھے عرائض نویس بھی تین طلاق سے کم کو گویا طلاق ہی نہیں سمجھتے، اور رات دن اس کا مشاہدہ ہوتا ہے، کہ تین طلاق دینے والے بعد میں پچھتاتے ہیں، اور اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح بیوی ہاتھ سے نہ جائے، حدیث صحیح میں تین طلاق بیک وقت دینے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت غضبناک ہونا امام نسائی نے بروایت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے، اسی لئے بیک وقت تین طلاق دینا باجماع حرام وناجائز ہے۔ (تفسیر معارف القرآن ۸ / ۴۸۳)

۱۵۔ مرشدی فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ ایک فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

طلاق عامۃً غصہ میں دی جاتی ہے، پیار ومحبت میں اس کی نوبت کم ہی آتی ہے، اس لئے تدبیر بتائی گئی ہے کہ تفہیم کی جائے،... انجام پر بھی نظر رہے، جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہو اور بغیر غصہ کے بھی آدمی یہ سوچ لے کہ اب نباہ نہیں ہوسکتا، حقوق ادا نہیں کئے جاسکتے، تو پھر علیحدگی ہی چاہئے، ایک طلاق سے تعلق ختم کردیا جائے، بغیر اس ترتیب کے انجام پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے اگر آدمی ایک دم تین طلاق دیدے تو پھر پچھتاتا ہے، پریشان ہوتا ہے، کبھی اپنے لئے دوسرے نکاح کی صورت نہیں ہوتی، ابتلاء معصیت کا اندیشہ ہوتا ہے، کبھی بچوں کی پرورش دشوار ہوجاتی ہے، کبھی عورت لاوارث رہ جاتی ہے، اس لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرنا اس قسم کی پریشانیوں سے تحفظ کا ذریعہ بھی ہے، اور مصیبت سے پرہیز بھی، (فتاویٰ محمودیہ ترتیب جدید ۱۹ / ۲۷۰)

۱۶۔ مفسر قرآن حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی تحریر فرماتے ہیں۔

''نصیحت'' مسلمانوں کو چاہیئے کہ تین طلاق کے بارے میں کتاب وسنت اور اجماع صحابہ ائمہ اربعہ کا اتباع کریں۔(معارف القرآن ادریسی ۱/ ۴۳۵)

۱۷۔ نماز نہ پڑھنے پر طلاق دینا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں حضرت مولانا حکیم مفتی احمد حسن خاں صاحب مدظلہ رقمطراز ہیں :

جواب:۔ ......شوہر کا نماز نہ پڑھنے یا پردہ نہ کرنے پر طلاق دینا ہرگز نیکی کا کام نہیں، اور اچھا عمل بھی نہیں ہے، طلاق خدا کے نزدیک ناپسندیدہ عمل ہے، اور بدعت ومعصیت ہے، کسی خرابی کو مٹانے کے لئے بڑی خرابی کو اپنانا عقل ودانش کی بات نہیں ہے، خرابی و گناہ کو چھڑانے کے لئے حسن عمل دانشمندی سے کام لینا ضروری ہے احمد حسن غفرلہ، انتہی کلامہ، طلاق میں اصل اس سے بچنا اور رکنا ہی ہے بغیر حاجت شدیدہ کے طلاق دینا ہی نہیں چاہیئے۔ حلال چیزوں میں سب سے پسندیدہ عمل غلام آزاد کرنا ہے، اور سب سے مبغوض وناپسندیدہ طلاق ہے، تارک صلاۃ کو طلاق دینا مستحب بھی کہا گیا ہے، ''بَلْ مُسْتَحَبٌّ لَوْ مُؤْذِيَّةٌ أَوْ تَارِكَةُ صَلَاةٍ'' لیکن یہ اس گھر کے لئے ہے جہاں سب مکمل پابند صوم وصلاۃ ہوں (مکمل دیندار مثالی گھرانہ ہو) صرف ایک بیوی پر ہی زور نہ چلایا جارہا ہو، (اور پھر بہت سے حضرات نے ترک نماز پر مارنے وطلاق سے منع بھی کیا ہے دلیل اس کی یہ دی ہے کہ ان اعمال کی منفعت عورت ہی کی طرف لوٹ رہی ہے اس میں مرد کی کوئی حق تلفی نہیں ہورہی) لیکن ایک ساتھ تین طلاق دیدینا گناہ ہے، بدعت ہے، ندامت وخجالت ہے، شرمندگی و پشیمانی

ہے، رسوائی و بے عزتی ہے، آیات اللہ سے مذاق وکھلواڑ ہے، قرآن وسنت کے بتلائے ہوئے طریق سے سراسر روگردانی ہے، اس لئے ''کسی خرابی کو مٹانے کے لئے بڑی خرابی کو اپنا نادانشمندی کی بات نہیں ہے''۔

وَيَحْرُمُ لَوْ بِدْعِيًّا، أوجز المسالک، شرح مؤطأ امام مالکؒ، ۱۱/۶، دمشق،
حررہ العبد محمد ذاکر غفرلہ۔ (فتاویٰ علم وحکمت دوم ص ۳۰۳)

۱۸۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں جس کا خلاصہ ومفہوم یہ ہے، ایک شخص ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دیدیں، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے اس بارہ میں کیا بتلایا گیا، اس نے کہا مجھ کو بتایا گیا کہ وہ بائنہ ہوگئی، نکاح سے جدا ہوگئی، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں نے سچ بتایا مسئلہ اسی طرح ہے جو انہوں نے بتایا۔

علقمہ تابعیؒ کہتے ہیں کہ: ایک شخص ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور مسئلہ دریافت کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو '۹۹' طلاقیں دے ڈالیں، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین طلاقوں نے تو اس کو بائنہ (خارج از نکاح) کر دیا اور بقیہ ساری طلاقیں حد سے تجاوز وسرکشی ہے،...... حبیب بن ثابت کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بولا: میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دیدیں، حضرت علیؓ نے جواب دیا، وہ تمہاری طرف سے تین طلاقوں سے ہی بائنہ ہوگئی، اور بقیہ تمام طلاقیں اپنی دوسری بیوی پر تقسیم کرلو،... معاویہ بن أبی یحییٰ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا، میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دیدیں، فرمایا تین طلاق سے ہی تجھ سے بائنہ ہوگئی۔

حضرت ابوعبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دیدیں، حضرت ابوعبادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور (مسئلہ) دریافت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی نافرمانی میں تین طلاق سے بائنہ ہوگئی، اور باقی نوسوستانوے ۹۹۷ طلاقیں خالص ظلم وزیادتی رہیں، اگر اللہ چاہے انہیں عذاب دے، اور اگر اللہ چاہے تو ان سے درگذر فرمائے۔ (تفسیر مظہری ۱/ ۳۰۲)

۱۹۔ حضرت مفتی محمد شفیعؒ تحریر فرماتے ہیں، لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا سے ضمنی طور پر یہ مستفاد ہوا کہ منشاء ربّانی یہ ہے کہ طلاق دینے کی مجبوری ہی پیش آجائے تو طلاق ایسی دیجائے جس میں رجعت کرنے کا حق باقی رہے، جس کی مسنون صورت یہ ہے کہ صاف لفظوں میں صرف ایک طلاق دیدے، اور اس کے ساتھ غیظ وغضب کے لئے کوئی ایسا لفظ نہ بولے، جو رشتۂ نکاح کو بالکلیہ منقطع کردینے پر دلالت کرتا ہو، مثلاً کہدے کہ میرے گھر سے نکل جاؤ، یا کہدے تمہیں بہت سخت طلاق دیتا ہوں، یا کہدے کہ اب میرا تم سے کوئی تعلق نکاح باقی نہیں، ایسے الفاظ اگر طلاق صریح کے ساتھ بھی کہدیئے جاویں یا خود یہی الفاظ بہ نیت طلاق کہدیئے جاویں تو اس سے رجعت کا حق باطل ہوجاتا ہے، یہ اصطلاح شرع میں طلاق بائن ہوجاتی ہے، جس سے نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے، اور رجعت کا حق باقی نہیں رہتا، (تفسیر معارف القرآن شفیعی ۸/ ۴۸۳)

۲۰۔ حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب مظاہری شرح ابی داؤد میں تحریر فرماتے ہیں۔

"طلاق عنداللہ سبحانہ وتعالیٰ مبغوض اور ناپسند ہے۔ علامہ قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے نکاح کو مشروع فرمایا اسی طرح طلاق کو مشروع فرمایا، جس میں طلاق کو مبغوض قرار دیا ہے، وہ محمول ہے اس طلاق پر جو بلا وجہ دی جائے، کثیر الطلاق شخص مذموم (قابل مذمت) ہے، اور یہ چیز محاسن اخلاق سے نہیں ہے۔۔۔ شریعت میں طلاق دینے کا ایک طریقہ ہے جس سے تجاوز کرنا جائز نہیں، باری تعالیٰ کی معصیت اور اپنے نفس پر ظلم ہے اھ الحاصل طلاق اگر بضرورت اور مصلحۃً ہے تب تو اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں ہے، الدر المنضود، جلد رابع ص ۸۳۔

۲۱۔ مشہور فقیہ زمانہ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

"عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ رَجُلًا طَلَّقَ اَلْبَتَّةَ فَغَضِبَ وَقَالَ تَتَّخِذُوْنَ آيَاتِ اللهِ هُزُوًا أَوْ لَعِبًا؟ مَنْ طَلَّقَ اَلْبَتَّةَ اَلْزَمْنَاهُ ثَلَاثًا لَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔

ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو طلاق البتۃ (تین طلاقیں) دیتے ہوئے سنا، تو آپ خفا ہوئے اور فرمایا کہ تم اللہ کی آیات کو مذاق بناتے ہو۔ یا یہ فرمایا کہ کھیل بناتے ہو، جو شخص طلاق البتۃ دے گا ہم اسے تین ہی قرار دیں گے، المغنی لابن قدامہ ص ۱۰۳: ج ۷ (از ہمارے عائلی مسائل ص ۱۴۷)

۲۲۔ حضرت مفتی احمد حسن خان صاحب زید مجدہم سے غصہ میں تین طلاق کا مسئلہ دریافت کیا گیا تھا، وہ سوال وجواب یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

سوال:۔ ساس بہو کے جھگڑے میں شوہر نے غضبناک ہو کر تین طلاق دیدیں؟

الجواب:۔ غیظ وغضب اور غصہ کی حالت میں انسان کو آخری اور فیصلہ کر دینے والی بات نہ کہنا چاہیئے، فیصلہ کی بات کہنے سے پہلے خود سوچنا اور مشورہ کرنا چاہیئے، اور قدم پھر آگے بڑھانا چاہیئے، لڑائی کا انجام برا ہی ہوتا ہے، اگر ساس کو بہو سے اختلاف تھا، تو بیٹے کو الگ رہنے کے لئے کہہ دینا تھا، تاکہ گھر بگڑنے کی نوبت نہ آتی ،(فتاویٰ علم وحکمت جلد دوم ۳۲۴)

ع اک ذراسی بات پر مدت کا یارانہ گیا ہاں مگر اتنا ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے

۲۳۔ مالک بن حارث کہتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: بیشک میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یقینا تمہارے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی، اور شیطان کی اطاعت کی، اس لئے اللہ نے اس کے لئے کوئی راستہ، حل نہیں بنایا۔ اوجز المسالک ۱۱ / ۱۸، دمشق۔

یہ جانا تھا نہ آئیں گے تو کیوں جانے دیا ان کو
یہی اے داغؔ پچھتاوا مجھے آتا ہے رہ رہ کر

✿✿✿✿✿

طلاق حائض کاحکم (ماہواری کے دوران طلاق)

جس طرح ایک ساتھ تین طلاقیں دیدینا حرام، بدعت اور گناہ ہے، اسی طرح حالت حیض میں طلاق دینا بھی حرام وبدعت ہے، گناہ ہے نیز جس طھر میں میاں بیوی کے درمیان قربت ومجامعت ہو چکی اس میں بھی طلاق دینا گناہ وخلاف سنت ہے۔

ا۔ (فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) ومعناه فی وقت عدتهن، لكون الطلاق فی زمان الحيض منهيّ عنه، فوجب أن يكون زمان العدة غير زمان الحيض، (تفسیر مفاتیح الغیب، یعنی تفسیر کبیر ۹۵۱۶)۔

علامہ فخرالدین رازیؒ نے آیت مذکورہ بالا سے استدلال فرمایا ہے کہ، طلاق حالت حیض میں ہرگز نہ دی جائے، اس حالت میں طلاق دینے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اھ۔ اور پھر یہ وقفۂ حیض عدت میں شمار بھی نہ ہوگا، اورعورت کے اس وقفہ میں ناپاک ہونے ورہنے کی وجہ سے اس کی طرف میلان طبع بھی کما حق نہیں رہتا اس لئے یہ زمانِ رغبت نہ ہوکر زمانِ بُعد وعدم میلان ہوگا۔

۲۔ علامہ ابن قیّم جوزیؒ فرماتے ہیں: وَالْحَرَامَانِ: أَنْ يُّطَلِّقَهَا وَهِيَ حَائِضٌ، أَوْ يُطَلِّقَهَا فِيْ طُهْرٍ جَامَعَهَا فِيْهِ هٰذَا فِيْ طَلَاقِ الْمَدْخُوْلِ بِهَا۔

طلاق کی دوحرام صورتیں: ایک یہ کہ شوہر اپنی بیوی کو اس کے حائضہ ہوتے ہوئے طلاق دیدے، دوسرے یہ کہ جس طھر میں اس سے اپنا مقصد پورا کر چکا ہو اس میں طلاق دے، (زادالمعاد، ۵/ ۲۱۹)۔

۳۔ امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے حضرت سالم کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ عَنْ سَالِمٍ :أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللهِ صَلى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَيَّظَ فِيْهِ رَسُولُ اللهِ صلى اللهُ عليهِ وسلمَ ثُمَّ قَالَ :لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكُهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ فَتَطْهُرَ فَإِنْ بَدَالَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ كَمَا أَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، رواہ البخاری (۴۹۰۸)

حضرت سالم سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، دراں حالیکہ وہ حائضہ تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کردی، اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت غضبناک ہوئے، پھر فرمایا اسے چاہیئے کہ وہ اپنی بیوی کو رجوع کرلے، پھر اس کو ٹھہرائے رکھے، یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائے پھر اس کو (دوسرا) حیض آجائے پھر پاک ہوجائے پس اگر اس کی یہی رائے ہو کہ وہ اسے طلاق دے تو طلاق دیدے جبکہ وہ پاک ہو اس سے نزدیکی وقربت ہونے سے پہلے، پس یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے۔

۴۔ محقق فقیہ داماد آفندیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

وَكَذَا بِدْعِيَّةٌ وَقْتًا تَطْلِيْقُهَا فِي الْحَيْضِ لَوْكَانَ مَدْخُولًا بِهَا ... فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصلاۃُ و السّلامُ فِيْ حَدِيْثِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَدْ أَخْطَأَ السُّنَّةَ۔ مجمع الأنہر ا / ۳۸۳۔

اسی طرح اگر عورت مدخول بہا (شوہر رسیدہ) ہو تو اس کو حالت حیض میں طلاق دینا بدعت ہے، بہ سبب حدیث عمر رضی اللہ عنہ کے جس میں ارشاد نبوی ہے کہ اس نے سنت کو چھوڑا۔

۵۔ حضرت مولانا مفتی حکیم احمد حسن خان صاحب دامت برکاتہم ایک فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔حیض کے زمانہ میں طلاق دینا برا ہے، گناہ ہے، اور داخل بدعت وخرابی ہے،لیکن اگر کوئی شخص اس برائی، گناہ، اور بدعت وخرابی کو اپنا تا اوران دنوں میں اپنی زوجہ کو طلاق دیدیتا ہے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے،... اَلْبِدْعِیُّ مِنْ حَیْثُ الْوَقْتِ أَنْ یُّطَلِّقَ الْمَدْخُوْلَ بِھَا وَھِیَ مِنْ ذَوَاتِ الْأَقْرَاءِ فِیْ حَالَةِ الْحَیْضِ... وَکَانَ الطَّلَاقُ وَاقِعًا، کتاب الطلاق ۲ / ۲۴، عالمگیری، فقط ۲۲ / دسمبر ۱۹۷۳ء م ذی القعدہ ۱۳۹۳ھ احمد حسن، فتاویٰ علم وحکمت دوم ص ۲۳۶۔

۶۔ شیخ عبدالغنی المیدانی تحریر فرماتے ہیں، ترجمہ:۔آدمی اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیدے تو وہ واقع ہو جاتی ہے، لیکن رجوع کر لینا مستحب ہے، (اللباب فی شرح الکتاب، ۲ / ۶۹)

۷۔ علامہ ابن عربی مالکی صحیح ترمذیؒ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

...حیض ونفاس کی حالت میں طلاق دینا جائز نہیں ہے۔کیونکہ حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہوئی ہے، بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر غضبناک وناراض ہونے سے...... ہمارے علماء مالکیہ نے فرمایا کہ اگر چہ حالت حیض میں طلاق حرام ہے لیکن دی جائے گی تو یقینا پڑے گی،... اسی طرح اگر تین طلاق دیدیں تو واقع ہو جائیں گی۔ اور اس کو رجوع کا حکم بھی نہ دیا جائے گا اور وہ عنداللہ گنہگار ہوگا۔(عارضۃ الأحوذی ۵ / ۱۲۷، دارالکتاب العربی)

۸۔ مفتیٔ اعظم محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں۔ حالت حیض میں طلاق دینا بھی حرام ہے اور ایسے طہر میں جس میں عورت کے ساتھ مباشرت وصحبت کر لی ہو اس میں بھی طلاق دینا حرام ہے۔.... طلاق کوئی غصہ نکالنے یا انتقام کی چیز نہیں، بلکہ بدرجۂ مجبوری طرفین کی راحت کا انتظام ہے، اس لئے طلاق دینے کے وقت ہی سے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ عورت کو طولِ عدت کی بلاوجہ تکلیف نہ پہونچے۔

(تفسیر معارف القرآن، ربانی کلاں ۸/ ۴۷۹)

علامہ ابن قیم الجوزیہ نے وہ بہت سے حیلے بہانے مکر وفریب نقل فرمائے ہیں جو تین طلاق دیکر پچھتانے والے اختیار کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ ایسا نہیں کرتے ان کے بارے میں فرماتے ہیں، مَنِ اتَّقَى اللهَ فِيْ طَلَاقِهٖ اِسْتَغْنٰى عَنْ كُلِّ هٰذِهِ الْحِيَلِ الْمَلْعُوْنَةِ۔

جو شخص طلاق دینے میں اللہ سے ڈرے گا (یا تو طلاق ہی نہ دے یا دے تو شرعی طریق پر) وہ شخص ان تمام تر لعنت کردہ حیلوں بہانوں سے محفوظ و مستغنی رہے گا۔

"اور جان لے کہ جو شخص طلاق دینے میں اللہ سے ڈرا، اور اس نے اس طرح طلاق دی جس طرح طلاق دینے کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے، اور جو طریقۂ طلاق مشروع ہے، وہ اس طرح کے تمام حیلوں سے محفوظ و مستغنی رہے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مشروع طلاق کے حکم کے بعد (یوں) ارشاد فرمایا۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ (۲:۵۶)

پس اگر عام طلاق دینے والے افراد واشخاص اللہ سے تقوی اختیار کریں تو اپنے تقوی کی برکت سے گناہوں وفریب کاریوں اور مکر وحیلوں سے محفوظ رہیں گے۔ الخ۔

(اغاثة اللهفان عن مصايد الشيطان، تاليف الامام الحافظ ناصر السنّة قاطع البدعة أبي عبدالله محمدبن أبي بكر الشهير بابن قيم الجوزية)۔(۶۹۱۔۷۵۱) مطبوعہ بیروت)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی جن کو محرر مذہب کہا گیا ہے تین طلاق کے بارے میں فرماتے ہیں أنه محظور لما فيه من كفرانِ نِعْمة النكاح وإِنَّمَا أُبِيحَ للحاجَةِ۔

بلا شبہ تین طلاق کے بدعت ہونے پر علماء نے اس سے دلیل پکڑی ہے کہ طلاق میں اصل رکنا اور بچنا ہی ہے اس لئے کہ اس سے وہ نکاح ختم ہوجاتا ہے جس سے بہت سے دینی اور دنیوی منافع ومصالح وابستہ ہیں، اور طلاق کی اجازت تو چھٹکارا پانے کی ضروت پڑ جانے پر ہے۔ تو تین طلاق کی کونسی ضرورت آپڑی جیسا کہ ھدایہ میں اور المحیط البرہانی میں ہے، (البحر الرائق ۳/ ۲۳۶، مطبوعہ کوئٹہ)

اسی ضمن میں بحث کرتے ہوئے علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں کہ (صاحب کنز کا فرمانا کہ عورت کو طلاق اس طہر میں دیجائے جس میں وطی نہ کی ہو)

اس کو اچھا طریقہ یا مسنون طریقہ دوسرے غیر مشروع طریقہ کے اعتبار سے کہدیا گیا، اس وجہ سے نہیں کہ طلاق دیدینا اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی اچھا اقدام ہے، یہاں مسنون کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اس طریق پر طلاق دینے سے وہ گنہگار نہوگا، لیکن کسی ثواب اور فضیلت کا بھی مستحق نہوگا، اس لئے کہ طلاق فی ذاتہ کوئی باعث اجر وثواب کارنامہ نہیں ہے۔ لہذا یہاں بھی مراد مباح یا جائز ہی ہے......

اور پہلی طلاق کو احسن (زیادہ بہتر) اس اعتبار سے کہہ دیا گیا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام یہ پسند فرماتے اور بہتر جانتے تھے کہ ایک سے زائد طلاق نہ دیں، یہ طریقۂ طلاق ان کے نزدیک افضل مانا جاتا تھا...... نَعَمۡ لَوۡ وَقَعَتۡ لَهٗ دَاعِيَةٌ أَنۡ يُطَلِّقَهَا بِدۡعِيًا فَمَنَعَ نَفۡسَهٗ اِلٰى وَقۡتِ السُّنِّيِ يُثَابُ عَلٰى كَفِّ نَفۡسِهٖ عَنِ الۡمَعۡصِيَةِ لَا عَلٰى نَفۡسِ الطَّلَاقِ كَكَفِّ نَفۡسِهٖ عَنِ الزِّنَا بَعۡدَ تَهَيِّ أَسۡبَابِهٖ وَوُجُوۡدِ الدَّاعِيَةِ فَإِنَّهٗ يُثَابُ ۲۳۸/۳ ، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، فرماتے ہیں: ہاں اگر اس (مرد) کو کوئی ایسا تقاضہ پیدا ہوا کہ وہ (فوراً طیش وعجلت میں) عورت کو طلاق بدعی دیدے (یا تو اکٹھی تین طلاق یا حیض کی طلاق یا اس طہر میں جس میں مجامعت کر چکا ہے لیکن اس کے باوجود) اس نے اپنے آپ کو طلاق دینے سے باز رکھا اور وقت سنّی کے انتظار میں رہا تو اس کو نافرمانی سے رکنے پر ثواب دیا جائے گا۔ محض طلاق سے رکنے پر نہیں بلکہ غیر شرعی طریقۂ طلاق سے رکنے پر، جیسا کے زنا کے تمام اسباب مہیا ہو جانے اور تقاضۂ شدید پائے جانے کے باوجود زنا سے رکنے پر ثواب دیا جائے گا، انتہی کلامہ۔

کاش کہ غصہ میں آپا کھو دینے والے اور طلاق کے پہاڑے پڑھنے والے بھی اس ثواب کو حاصل کر کے اپنے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ کرائیں۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، برحمتک یاارحم الراحمین۔

شیطان کو میاں بیوی کے درمیان تفریق پسند ہونے کی وجہ

☆ چونکہ شیطان کو میاں بیوی کے درمیان تفریق وجدائی بہت زیادہ پسند ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ طلاق بائن یا مغلظہ ہو جاتی ہے، اگر دونوں میں علیحدگی ہو گئی تو دونوں

خاندانوں میں لڑائی جھگڑے تباہی بربادی غیبت چغل خوری کے سلسلے شروع ہوجاتے ہیں، پھر دونوں آپس میں یا دوسروں کے ساتھ حرام کاری میں مبتلا ہوتے ہیں اور حرام کاری کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، یا طلاق مغلظہ ہوجانے کے باوجود دونوں آپس میں اسی طرح رہتے ہیں اور حرام کاری ہوتی رہتی ہے، اور زنا کی اولاد کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، اور شیطان زنا کو اور اولاد زنا کے غلبہ کو پسند کرتا ہے تاکہ وہ زمین میں فساد مچائیں اور حدودِ شرع کو توڑ ڈالیں اسی وجہ سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے ''لَاَ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ وَلَدُ زَانِیَّۃٍ'' کہ زانیہ کی اولاد جنت میں داخل نہیں ہوگی اس لئے کہ ولد الزنا پر بھلائیوں اور اچھی عادات اور نیکیوں کا حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے اور بری عادتیں اس کے لئے آسان ہوتی ہیں۔ (مرقاۃ ۱۴۱ : ۱/ ، باب الوسوسۃ) جوشئ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنی ابغض ہے وہ شیطان کے نزدیک اتنی ہی محبوب ہے طلاق ابغض المباحات ہے، مگر شیطان اس کو اتنا ہی پسند کرتا ہے۔ (الرفیق الفصیح جلد دوم ص ۴۴۶)

کیا شوہر عورت کو مار سکتا ہے؟

۱۔ اِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ اَهْلِيْ يَعْصُوْنِيْ فَبِمَ اُعَاقِبُهُمْ قَالَ تَعْفُوْ ثُمَّ قَالَ الثَّانِيَةَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ اِنْ عَاقَبْتَ فَعَاقِبْ بِقَدَرِ الذَّنْبِ وَاتَّقِ الْوَجْهَ ، رواہ الطبرانی (باب النّھی عن الضّرب علی الوجہ والنھی عن سبہ مجمع الزوائد للھیثمی ۱۰۶/۸)

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض رسا ہوئے کہ : اے اللہ کے رسول بیشک میرے گھر والے نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کو کتنی سزا دے سکتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاف کر دیا کرو۔ پھر دوبارہ اس نے دریافت کیا یہاں تک کہ تیسری بار دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم سزا ہی دو تو غلطی کے بقدر ہی دینا۔ اور (بطور خاص) چہرہ پر مارنے سے بچو۔

۲۔ لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللهِ۔ رقم الحدیث ۹۸۱۹ (د ن ہ ک) عن ایاس بن عبداللہ بن أبی ذباب (صح) فیض القدیر للمناوی۔

ارشاد نبوی ہے : اللہ کی بندیوں کو نہ مارو۔

تشریح:۔ اگر چہ اماء کا اطلاق باندیوں پر آتا ہے لیکن یہاں مطلقاً عورت مراد ہے خواہ آزاد ہو یا باندی، اس لئے کہ سبھی عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں، یعنی عورتوں کو نہ مارو، اس لئے کہ اللہ کی مخلوق ہونے میں تو تم مرد حضرات اور وہ خواتین دونوں برابر ہیں، ہاں تم مردوں کو ان عورتوں پر اس اعتبار سے فضیلت و برتری حاصل ہے کہ اللہ نے مردوں کو عورتوں پر نگراں و حاکم بنایا ہے۔ پس اگر وہ عورتیں تمہاری موافقت کریں بات مانیں

توتم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھو، ورنہ دوسروں کے لئے ان کا راستہ صاف کرو، جب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمرؓ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے : عورتیں اپنے مردوں پر جری ہوگئیں نڈر ہوگئیں۔(گویا مارنے کی اجازت مانگی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مارنے کی اجازت دیدی، تو ایک ہی رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں ستر عورتیں اپنے شوہروں کے مارنے کی شکایت لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ (مارنے والے) لوگ تم میں کے بہتر نہیں ہیں۔(یہ کوئی اچھے لوگ نہیں ہیں)

علماء نے کہا ہے کہ یہ ممانعت اس آیت کریمہ سے پہلے کی ہے جس میں عورتوں کو مارنے کی اجازت نازل ہوئی ہے۔ پھر جب مردوں کو عورتوں کے نہ ماننے پر مارنے کی ضرورت پڑی تو اجازت مل گئی۔ پھر اخیر میں مردوں کو صبر وتحمل کی تلقین کی گئی، کہ بہتر ہے نہ ماریں، اور پھر مارنے کی بہت سی شرطیں بھی ہیں جو فقہی کتب میں ذکر کردی گئیں ہیں، کذا فی فیض القدیر للمناویؒ ۶ / ۴۰۹، مطبوعہ بیروت۔

۳۔ بہتر کیا ہے عورت کو مارنا۔ یا نہ مارنا؟ سنت رسول کیا ہے؟

مشہور حنبلی فقہیہ شیخ وہبہ الزحیلی تحریر فرماتے ہیں :

اور یہ مار ہاتھ سے ہو یا ہلکی چھڑی سے یہ بھی جب کہ شوہر اس کو ضروری سمجھے، اور بہتر وافضل ڈانٹ ڈپٹ اور نہ مارنے پر اکتفاء کرنا ہی ہے۔

بہ سبب اس کے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا، کہ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليهِ وسلمَ اِمْرَأَةً لَّهٗ وَلَا خادِمًا ،وَلَا ضَرَبَ بِيَدِهٖ شَيْئًا قَطُّ اِلَّا فِي سَبِيْلِ اللهِ ۔ أَوْ تَنْتَهِكَ مَحَارِمَ اللهِ ، فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ ، (رواہ النسائی، نیل الأوطار ۶ : /۲۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو اپنی کسی بیوی کو مارا اور نہ خادم کو، اور نہ ہی کسی کو اپنے ہاتھ سے مارا، سوائے راہ خدا کے، یا اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی خلاف ورزی کئے جانے پر (حکم الٰہی کی پامالی پر) پس اس وقت اللہ کے لئے انتقام لیتے، (الفقہ الاسلامی وادلّتہ ۷/ ۳۴۰)

۴۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہُ علیہِ وسلمَ قَالَ: إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ، (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث، ۴۴۶۷)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی مارے تو چہرہ پر مارنے سے گریز کرے، پرہیز کرے۔

تشریح:۔ اس لئے کہ چہرہ انسان کے اعضاء میں سب سے اشرف اور مکرم ہے، خوبصورتی کا مرکز ہے، اور حواس (دیکھنا، سونگھنا، چکھنا، سوچنا وغیرہ) کا سرچشمہ ہے، پس ضروری ہے کہ چہرہ کو مارنے اسے زخمی کرنے اور برا بنانے سے بچا جائے۔

منذریؒ نے کہا..... اور یہ وجہ بھی ہے کہ چہرہ میں نفیس اعضاء ہیں، اور اس میں محاسن وخوبیاں ہیں، اور اکثر ادراکات (شعور واحساس کا مرکز) ہیں۔ اور بعض اوقات چہرہ پر مارنے کی وجہ سے ان چیزوں میں سے کوئی باطل ہوجاتی ہے۔

اور یہ وہ صورت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خود تخلیق کیا ہے اور بنی آدم کا چہرہ کے ذریعہ اکرام کیا ہے، اھ، (عون المعبود، شرح اَبی داوٗد ۔ ۱۲/ ۲۰۰، مطبوعہ بیروت)

ناچیز راقم کے مشاہدہ وعلم میں ایسے کئی واقعات ہیں کہ چہرہ پر مارنے کی وجہ سے کسی کا کان کا پردہ پھٹ گیا، کسی کی نظر کمزور ہوگئی، کسی کے سر میں دائمی درد رہنے لگا وغیرہ۔ اوپر سنن ابی داؤد کی روایت جس میں چہرہ پر مارنے کی ممانعت ہے اس کا باب یا عنوان باندھا گیا ہے بابٌ فِي ضَرْبِ الْوَجْهِ في الحد یعنی اجراء حد اور نفاذ حد میں چہرہ پر مارنے کے بیان میں، گویا بغیر حدِّ شرعی کے نفاذ کے تو چہرہ پر مارنے کا خیال وتصور بھی نہیں آنا چاہئے، و اللہ أعلم و علمہ اعلیٰ و أتم۔

۵۔ ثمّ قد يكون التعزير بالحبس ، وقد يكون بالصفح وتعريك الأذن ، وقد يكون بالضرب ... وفي الظهيرية : وقد يكون التعزير بنظر القاضي اليه بوجه عبوس، الفتاویٰ التاتار خانیة ۱۰۴/۶۔

پھر (جاننا چاہئے کہ) کبھی تعزیر قید کرنے سے ہوتی ہے، اور کبھی اعراض وروگرانی سے، اور گوشمالی سے، اور کبھی مار پیٹ سے،... اور ظہیریہ میں ہے : اور کبھی تعزیر ہوتی ہے اس کی طرف قاضی کی ترش روئی (تیور چڑھانے) سے۔

۶۔ فقہاء نے مشروع تادیب وتنبیہ کے لئے بھی شرطیں بیان کی ہیں۔ کہ اگر عورت نافرمانی کرے تو کتنا مار سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس مار سے خون نہ نکلے، سخت نہ ہو، عیب دار نہ بنا دے، خوف ودہشت کا باعث نہ ہو اور وہ یہ کہ ہڈی نہ توڑے، زخمی نہ کرے جیسے مکّا وغیرہ، اس سے کہ مقصود اصلاح وسدھار ہے کچھ اور نہیں۔

فاشترط الفقهاء في ضرب التاديب المشروع ان نشزت الزوجة : أن يكون الضرب غير مدم ولا مبرح ولا شائن ولا مخوف، وهو الذي لا يكسر عظماً ولا يشين جارحة كاللكز ونحوها لأن المقصود منه الصلاح لا غير ج ۴ ص ۲۹۸ الموسوعة۔

۷۔ اور مالکیہ اور بعض شافعیہ اور حنابلہ نے کہا ہے کہ شوہر عورت کو مسواک اور اس جیسی چیز سے مار سکتا ہے، یا لپٹے ہوئے رومال سے، یا اپنے ہاتھ سے، نہ تو کوڑے سے اور نہ بید سے اور نہ ہی لکڑی سے، اس لئے کہ مقصود تو تنبیہ وتأدیب ہے۔ (کذافی الموسوعۃ الفقہیۃ جلد ۴۰ ص ۳۰۰)

۸۔ اور شافعیہ اور حنابلہ نے تصریح کی ہے کہ اگرچہ بیوی کی نافرمانی پر شوہر کے لئے مارنا جائز ہے تاہم افضل وبہتر تو معاف کرنا ہی ہے، اس لئے کہ یہ حق اس مرد کا خود کا ہی ہے اور یہ مصلحت اسی کے لئے ہے، شافعیہ نے فرمایا ہے مطلقاً نہ مارنا ہی افضل وبہتر ہے۔ اور حنابلہ نے کہا کہ عورت کو نا مارنا ہی بہتر ہے تاکہ دونوں کے درمیان الفت ومحبت کا جذبہ قائم رہے۔ (روضۃ الطالبین ۷/ ۳۶۸، ونهاية المحتاج ۶/ ۳۸۳۔ وحاشية الشرقاوی علی شرح التحرير ۲/۲۸۶، والزواجر عن اقتراف الکبائر ۲/۴۳۔

وکشاف القناع ۵/ ۲۱۰، کذافی الموسوعۃ الفقهیۃ وحواشیها، ۴۰/ ۳۰۰، مطبوعہ بیروت۔

۹۔ شیخ نورالدین عتر لکھتے ہیں۔

ضرب غیر مبرح، یہ افاضل مسلمین کے لئے شرعاً غیر مستحسن ذریعہ ہے، جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے، لیکن یہ ایک علاج ہے کیونکہ کبھی بعض قسم کی عورتوں کو اس کے بغیر کوئی دوسرا طریق سودمند وفائدہ مند نہیں ہوتا۔ (ابغض الحلال ص ۱۴۷ مطبوعہ دمشق)

۱۰۔ امام ابوداؤداورابن حبان اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں۔

اے اللہ کے رسول ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :اس کوکھلاؤ جب تم کھاؤ، اوراس کو پہناؤ جب تم پہنو، اور چہرہ پر نہ مارو، اوراس کو برا بھلا نہ کہو، اور اس کو تنہا نہ چھوڑو مگر گھر میں ۔(ص ۱۷۲،مختصر الزواجر عن اقتراف الکبائر کبائرالذنوب)

۱۱۔ شیخ احمد محمد عساف تحریر فرماتے ہیں ۔اپنی بیوی کے چہرہ پر مارنا جائز نہیں ہے۔اس لئے کہ اس میں کرامت انسان کی اہانت و بےعزتی ہے......اسی طرح اپنی بیوی کو جلی کٹی ،جلی بھنی نہ سنائے ،اپنی زبان سے ایذا دینا بھی حلال نہیں ہے ۔ (ص ۱۴۵،الحلال والحرام)

۱۲۔ اور ایک حدیث میں ہے (جس کو بزار اور طبرانی نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے ترغیب) ''جس نے ناحق کوڑے سے مارا اس سے قیامت کے دن قصاص (بدلہ) لیا جائے گا'' اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ہم خادم کو کتنا درگذر کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دن میں ستر بار،...۔اور ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں مسواک تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خادم کو بلایا اس نے حاضری میں دیر کردی ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر قصاص نہ ہوتا تو میں تجھ کو اس مسواک سے مارتا،(کتاب الکبائر ص ۲۲۲،شمس الدین اَبی عبداللہ محمد بن احمد الدمشقی ،الشافعیؒ (م ۷۴۸)۔

۱۳۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوری شرح ابی داؤد میں ”چہرہ پر نہ مارنے کی حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں“ چہرہ لطیف عضو ہے۔ مضروب کے معطل ہوجانے کا خوف ہے۔(بذل المجہود ۵ / ۱۶۰، مکتبہ یحیوی)

۱۴۔ فقیہہ ومحدث حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری حدیث عمر (جس میں عورتوں کو مار پیٹ کی اجازت مذکور ہے) کی تشریح میں فرماتے ہیں : جولوگ باوجود اجازت کے اپنی بیویوں کو مارتے ہیں وہ کوئی بھلے اچھے آدمی نہیں ہیں، بلکہ تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں جو عورتوں کو نہیں مارتے، اور برداشت کرتے ہیں، تحمل سے کام لیتے ہیں، یا تادیب وتنبیہ تو کرتے ہیں لیکن سخت مار نہیں مارتے، جو ان کی طرف سے شکایات کی نوبت تک پہونچا دے۔

کتاب اللہ میں ہلکی مار کی اجازت ہے، اور حدیث میں اس سے رکنا بہتر بتلایا گیا، ممکن ہے کہ نزول آیت سے پہلے ممانعت کی گئی ہو پھر جب عورتیں زیادہ ہی جری ونڈر ہوگئیں تو پھر ہلکی مار کی اجازت دی گئی ہو اور اسی کے موافق حکم قرآنی کا نزول ہو گیا ہو، پھر جب مردوں نے مار پیٹ بے تحاشہ کردی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اگر چہ عورتوں کی شکایتِ اخلاق پر پٹائی کی جا سکتی ہے لیکن پھر بھی تحمل برداشت سے کام لینا، اور ان کی بد خلقی پر پردہ ڈال دینا، اور پٹائی نہ کرنا ہی بہتر اور بڑھیا ہے۔ (خلاصہ از بذل المجہود ۳ / ۴۵۳)

✿✿✿✿✿

کن امور پر بیوی کی ہلکی مار کی اجازت ہے

۱۔ علامہ داماد آفندیؒ نے لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

(۱) اور شوہر کو حق ہے کہ اپنی بیوی کو ترک زینت پر سرزنش کرے جبکہ شوہر اس کا ارادہ رکھتا ہو اس لئے کہ عورت پر شوہر کی اس بات کا ماننا ضروری ہے۔

(۲) نماز چھوڑنے پر، جیسا کہ دُرر وغیرہ میں ہے، لیکن تنویر میں لکھا ہے کہ ترک نماز پر مارنا درست نہیں، اس لئے کہ یہ منفعت مرد کی طرف نہیں لوٹتی بلکہ خود عورت کی طرف لوٹتی ہے، لیکن باپ بیٹے کو نماز چھوڑنے پر تعزیر کرے۔

(۳) فرض غسل نہ کرنے پر۔

(۴) اور شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نکلنا جب کہ مرد سے مہر وصول کر لیا ہو یا اپنی طرف سے اس کو ہبہ کر دیا ہو۔.... (مجمع الأنہر ا/ ۶۱۲، ومثلہ فی درّ المنتقیٰ، بیروت)

۲۔ علامہ فرید الدین عالم بن علاء دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں، شوہر اپنی بیوی کو چار امور پر مار سکتا ہے اور وہ جو ان چار کے ذیل میں ہیں،

پہلی چیز اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار نہ کرنا، نہ سجنا، نہ سنورنا۔

دوسرے جب شوہر اپنے بستر پر بلائے اور وہ منع کر دے جبکہ وہ پاک ہو (یعنی شرعی عذر نہ ہو)۔

اور تیسرے نماز اور غسل کے چھوڑنے پر، خانیہ میں ہے کہ جنابت اور حیض کے غسل پر۔

اور چوتھے بغیر اجازت گھر سے باہر جانے پر، مسئلہ نمبر ۶۲۵۹، اور شوہر کو حق نہیں کہ نماز چھوڑنے پر اس کو مارے، (الفتاویٰ التاتارخانیۃ ۴/۳۰۵)

نوٹ:۔ ہر شخص جس مقام پر رہتا ہے وہاں کے قوانین معلوم رکھنا اور ماننا قانونی ضرورت ہے، بیوی کی مار سے متعلق قانونی امور وکلاء حضرات سے معلوم کر لئے جائیں۔

❖❖❖❖❖

عورت کی تأدیب وتنبیہ میں ترتیب ہے

۳۔ حنفیہ، مالکیہ، اور حنابلہ کا مذہب اور وہ شافعیہ کی بھی ایک رائے ہے کہ مرد کا عورت کو اس کی نافرمانی پر تادیب وتنبیہ بہ ترتیب (درجہ بہ درجہ) ہونا چاہیئے، جو ترتیب قرآن کریم میں وارد ہوئی ہے۔

(۱) پہلے وعظ ونصیحت پیار ومحبت سے سمجھائے۔

(۲) پھر بستر بدل دے۔

(۳) پھر ہلکی مار (جس کی تفصیل گذر چکی ہے، اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ عورتوں پر ہاتھ اٹھانے والے کوئی بہتر آدمی نہیں ہیں) کذا فی الموسوعۃ الفقہیۃ ۴۰/۳۰۱۔

❖❖❖❖❖

شوہر کی جانب سے ظلم وزیادتی ہو تو کیا کیا جائے

۴۔ فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی پر ظلم وزیادتی کرے تو حاکم یا قاضی اس کو اس فعل سے روکے۔

حنفیہ نے فرمایا ہے اگر عورت شوہر کے مکان میں رہ رہی ہے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا وہاں رہنے والا نہیں ہے، اور یہ عورت قاضی سے شکایت کرے کہ اس کا شوہر اسے مارتا ہے اور اس کو ستاتا ہے، تو قاضی اس کے پڑوسیوں سے تحقیق کرے، اگر وہ پڑوسی جو نیک بھی ہوں اور قاضی سے عورت کے بیان کی تصدیق کریں، تو قاضی شوہر کی تادیب وتنبیہ کرے گا اور شوہر کو حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم سنائے گا، اور اس کے پڑوسیوں کو چاک وچوبند رہنے اور حقیقت حال سے باخبر رہنے کی تلقین کرے گا، اور اگر اس کے پڑوسی صلحاء نیک لوگ نہیں ہیں، تو قاضی شوہر کو نیک لوگوں کے پڑوس میں رہنے کا حکم دے گا۔ وہاں کے نیک لوگ قاضی کو عورت کے بیان کے خلاف خبر دیں تو قاضی اس جوڑے کو وہیں رہنے کا حکم دے گا۔ (بدائع الصنائع ۴/ ۲۳) کذافی الموسوعۃ الفقہیۃ وحواشیہا، ۴۰/ ۳۰۶۔

میاں بیوی میں سے ہر ایک کی دوسرے پر زیادتی

۵۔ حنفیہ نے فرمایا : جب میاں بیوی دونوں میں اختلاف ہو، شوہر عورت کی نافرمانی کا دعویٰ کرے، اور عورت مرد کے ظلم کرنے کا دعویٰ کرے، اور عورت کے حقوق میں کمی کوتاہی کا دعویٰ کرے، اس صورت میں حاکم ایک حکم لڑکے والوں میں سے اور ایک حکم لڑکی والوں میں سے مقرر کرے جو ان دونوں کے معاملات کو دیکھیں، اور اپنی رائے قائم کریں، اور واپس آکر حاکم کو ان دونوں بیوی میاں کے معاملات میں اپنی حتمی رائے ظاہر کریں۔ اور یہ دونوں حکم صاحبان جو بھی ان میں سے ظلم وزیادتی پر ہو اس کو نصیحت کریں اور اس کو ظلم وتعدّی وزیادتی سے روکیں۔...(أحکام القرآن للجصاص ۲/ ۱۹۰ تا ۱۹۳) کذافی الموسوعۃ الفقہیۃ ۴۰/ ۳۰۷۔

دونوں حکموں کے لئے کیا طریقۂ کار مناسب ہے

۶۔ حنفیہ نے فرمایا : دونوں حکم پہلی کوشش صلح مصالحت کی کریں گے، لیکن اگر مصالحت میں کوئی فائدہ نظر نہ آرہا ہو یا مصالحت کا پہلو نہ بیٹھ پارہا ہو تو جو دونوں میں سے ظلم پر ہو اس کو فہمائش کریں گے، اور ظلم کا دفعیّہ کریں گے، اور حاکم وقت کو اپنے اس فیصلہ کی اطلاع پہونچادیں گے (تا کہ اس پر مہر لگ جائے اور یہ بات مستند ہوجائے)(احکام القرآن للجصاص ۲/۱۹۳) الموسوعة الفقهية ۴۰/۳۱۵۔

فرو غصہ کیا جس نے پچھاڑ دیو کو اس نے اسے رستم کہیں گے ہم جو ایسا پہلواں ہوگا

❖❖❖❖❖

عموماً غیر شرعی طلاق غصہ میں پیش آتی ہیں، اس کا علاج

۱۔ (لَا تَغْضَبْ فَإِنَّ الْغَضَبَ مُفْسِدَةٌ) غصہ نہ کرو، بلاشبہ غصہ بگاڑ کی جڑ ہے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں۔ ظاہری بگاڑ۔ رنگ بدل جانا، آنکھیں سرخ ہوجانا، حدّ اعتدال سے نکل جانا، چہرہ بگڑ جانا، باطن کا بگاڑ، دینی اور دنیوی دونوں غصہ کیوجہ سے کینہ و بغض کا چھپا رہنا، اور زبان کا بے لگام ہوجانا دشنام طرازی گالم گلوچ پر اتر آنا، اور ہاتھ کا آزاد ہوجانا جیسے مار دھاڑ اور قتل وہلاکت، اس کے علاوہ اور بہت سی خرابیاں جو دل کو بگاڑ کر رکھدیں، اور پالنہار کو ناراض کردیں۔ یہ سب خرابیاں تو تب ہیں جبکہ اس پر قابو ہوجائے جس پر غصہ آرہا ہے، ورنہ تو اپنے آپ پر ہی غصہ اترتا ہے، پھر وہ اپنے کپڑے پھاڑے گا، اور اپنے رخسار پر طمانچہ مارے گا اپنے آپ کو زمین پر پٹخ لے گا۔.........

(لَا تَغْضَبْ وَلَكَ الْجَنَّةُ) الحدیث، غصہ نہ کر اور (پھر) تیرے لئے جنت ہے۔ شارح نے فرمایا کہ اس حدیث میں چوتھائی اسلام سما گیا، (مستفاد از فیض القدیر ٦ / ۴۱۴)

علامہ مناویؒ ہی فرماتے ہیں کہ: جو غصہ کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے رب پر غصہ کرتا ہے چنانچہ بعض صوفیہ کا مقولہ ہے" کہ غصہ بندگی کو بھول جانا ہے" اس لئے کہ بندہ کی صفت ہے خاکساری، اور انکساری تواضع، اور چھوٹا بننا، اور اعترافِ عجز و بے کسی، اور جس کا یہ حال ہو اس کو کس طرح غصہ زیب دیگا؟ اور دنیا میں غصہ ور کی یہ سزا کافی ہے کہ وہ اپنے آپ میں جلتا رہتا ہے، اور آخرت کی یہ سزا کہ اس کے نیک اعمال باطل اور ضائع۔ (هكذا فى فيض القدير على جامع الصغير للعلامة المناوى الشافعى علیہ الرحمۃ ٦ / ۴۱۴)

۲۔ علامہ ابن حجر مکی ہیثمی نے غصہ سے متعلق چند روایات ذکر کی ہیں۔

ابن عساکر نے حدیث نقل کی ہے۔ اَلْغَضَبُ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَالشَّيْطَانُ خُلِقَ مِنَ النَّارِ، وَالْمَاءُ يُطْفِئُ النَّارَ فَإِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَغْتَسِلْ، غصہ شیطان کی طرف سے ہے، اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو چاہیئے غسل کرلے، اور ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے روایت نقل کی ہے: اِجْتَنِبِ الْغَضَبَ، غصہ سے بچو، اور ابن عدی نے روایت نقل کی ہے" اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَقَالَ: اَعُوْذُ بِاللهِ۔ سَكَنَ غَضَبُهٗ، تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ اعوذ باللہ

کہہ لے تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا۔ اور امام احمد اور ابوداؤد اور ابن حبان نے روایت بیان کی ہے إِذَا غَضِبَ اَحَدُ كُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ ، فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ ، جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہوا ہو تو وہ بیٹھ جائے پس اگر اس کا غصہ فرو (ٹھنڈا) ہوجائے (تو ٹھیک) ورنہ اس کو چاہیئے لیٹ جائے ، اور امام احمد اور امام بخاری اور امام مسلم نے روایت ذکر کی ہے۔ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ، اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِىْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَالْغَضَبِ ، پہلوان وہ نہیں جو پچھاڑ دے، بیشک پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت خود کو قابو (کنٹرول) میں رکھے۔ اور احمد اور بخاری اور ترمذی اور اَبویعلیٰ نے روایت نقل کی ہے کہ : ایک سے زائد صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھ کو وصیت فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لَا تَغْضَبْ '' غصہ نہ کیجیو ، ان صحابی نے دوبارہ کہا مجھے وصیت فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَغْضَبْ فَإِنَّ الْغَضَبَ مُفْسِدَةٌ ۔ غصہ نہ کرو پس بے شک غصہ بگاڑ کا سبب ہے۔ دوسری روایت میں ہے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے کوئی مختصر نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا غصہ نہ کرو، انہوں نے دوبارہ دریافت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ نہ کرو، (کذا فی کبائر الذنوب مختصر الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۳۴)

۳۔ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰى أَنْ يُنَفِّذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ مِنْ أَيِّ الْحُوْرِ شَاءَ ۔ (سنن ابی داؤد مع البذل ج ۵ ص ۲۳۶)

ترجمہ:۔ جو شخص غصہ پی جائے جب کہ وہ اپنے غصہ کو نافذ کرنے پر قادر ہو (غصہ اتار سکتا ہو، انتقام لے سکتا ہو) اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے بلائیں گے یہاں تک کہ اس کو اختیار دے دیں گے کہ وہ کسی بھی حور کو اختیار کر لے۔

کیا والدین کے حکم پر طلاق دیدی جائے؟

ساس بہو میں کچھ کہا سنی ہو جائے یا خسر اپنی بہو سے ذرا ناراض ہو جائے تو فوراً اپنے لڑکے کو طلاق کا مشورہ بلکہ بعض اوقات حکم اور کہیں حکم کی تعمیل نہ کرنے پر گھر سے علیحدہ کر دینے کی دھمکی، اور ماں اپنا دودھ نہ بخشنے کی زجر وتوبیخ کرتی ہیں، حدیث پاک اور شراح حدیث وفقہاء کرام نے اس بارے میں کیا رہنمائی فرمائی ہے؟ ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ عَنِ ابنِ عُمَرَ رضی اللہ عنھما قَالَ :كَانَتْ تَحْتِي اِمْرَاَةٌ اُحِبُّهَا وَكَانَ أَبِيْ يَكْرَهُهَا فَاَمَرَنِيْ أَنْ اُطَلِّقَهَا فَأَبَيْتُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلمَ فَقَالَ :يَاعَبْدَاللهِ بْنَ عُمَرَ :طَلِّقْ اِمْرَأَتَكَ، (رواہ الترمذی (۱۱۸۹) کذا فی جمع الفوائد۔ ۸۲۱۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی مجھ کو اس سے بہت محبت تھی، اور میرے والد اس کے (میرے نکاح میں برقرار رہنے کو) ناپسند فرماتے تھے، پس میرے والد نے مجھ کو حکم دیا کہ میں اس کو طلاق دیدوں میں نے (عملی) انکار کیا میں نے (برائے سفارش) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ بن عمر :اپنی بیوی کو طلاق دیدو۔

۲۔ اس حدیث میں ”طلاق دیدو“ استحباب کا امر ہے وجوب کا نہیں، اور اگر دوسرا کوئی امر باعث کراہت رہا ہوتو امر برائے وجوب ہے (طلّقها امر ندب أو وجوب ان کان هناك باعث آخر (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح ۹/ ۲۰۹، المکتبة الأشرفیة)

۳۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ شرح مشکوٰة میں تحریر فرماتے ہیں۔

اگرحق والدین کی جانب ہوتو طلاق دینا واجب ہے تاکہ والدین کی نافرمانی لازم نہ آئے۔اور اگرحق عورت کی جانب ہوتو والدین کی رضا کے لئے طلاق دینا جائز تو ہے (واجب نہیں) کذا فی التعلیق الصبیح ۵/ ۲۷۷۔

۴۔ سنن ترمذی کی یہ روایت سنن ابوداؤد میں بھی ہے، وہاں اس حدیث کی شرح میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں ”حضرت عمرؓ اپنی بہو کو ناپسند فرماتے تھے“ شاید وہ اس عورت میں کسی دینی نقص کی وجہ سے ناگوار سمجھتے ہوں گے، حضور علیہ السلام نے ابن عمر کو فرمایا اپنی بیوی کوطلاق دیدو“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم دینے پر ان کے لڑکے پر طلاق دینا واجب نہ تھا لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حکم فرمایا ”طلاق دیدو“ اب طلاق دینا واجب ہوگیا، اس لئے کہ ظاہر حال یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم فرمانا وجوب کے لئے ہے، (واللہ اعلم مستفاد از بذل المجہود فی حلّ أبی داؤد ۵/ ۳۰۸)

۵۔ حضرت مفتی سعید احمد پالنپوری زیدمجدہم درس ترمذی میں فرماتے ہیں :

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ والدین کا ہر حکم واجب الطاعة نہیں، بعض واجب ہیں، بعض مستحب۔ چنانچہ روح المعانی میں ہے کہ اگر کسی کو بیوی سے محبت ہو

اور ماں یا باپ بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیں، اگر چہ وہ حکم عورت کے بد چلنی کی وجہ سے ہو ، اور لڑکا اس حکم کی تعمیل نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ البتہ افضل یہ ہے کہ باپ کی فرماں برداری کرتے ہوئے اس عورت کو طلاق دیدے۔ (تحفۃ الألمعی ص ۲۳۹ ج ۵)

۶۔ ایک دوسرے مقام پر اس حدیث کے پس منظر پر گفتگو کرتے ہوئے انتہائی نتیجہ خیز بات بیان فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جوانی میں شادی ہوئی اور بیوی سے بے حد تعلق ہو گیا، نماز کے لئے جدا ہونا بھی شاق گذرتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو خیال کیا کہ بیٹا تباہ ہو گیا، بیوی بے شک محبت کرنے کی چیز ہے، بیوی سے محبت نہیں کرے گا تو کس سے کرے گا؟ مگر بیوی کے پیچھے پاگل ہو جانا عقلمندی کی بات نہیں اس لئے حضرت عمرؓ نے بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا، ابن عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ سے اس کا تذکرہ کیا، کیونکہ صحابہ کے پاس آخری چارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ''أَطِعْ آبَاكَ'' اپنے والد کا کہنا مانو، اب آخری سہارا بھی جاتا رہا، چنانچہ جب دوسری مرتبہ حضرت عمرؓ نے حکم دیا تو فوراً طلاق دیدی، پھر عرض کیا کہ بیوی اس وقت حالت حیض میں ہے، یہ بات پہلے اس لئے نہیں کہی کہ کہیں ابّا اس کو حیلہ خیال نہ کریں، اب حضرت عمرؓ کو فکر دامنگیر ہوئی، وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا...... چنانچہ اس طہر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندازہ ہو گیا کہ اب تعلق میں اعتدال پیدا ہو گیا ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی طلاق دینے سے منع کر دیا، اور وہ بیوی ابن عمرؓ کے نکاح میں باقی رہی، اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انتہائی محبت کے باوجود طلاق دی تو اس کا ردّ عمل ہوا (تحفۃ الالمعی ۴/ ۵۵)۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت عمرؓ نے اپنے لڑکے کو کسی ذاتی رنجش وانتقام یا نفرت وکدورت یا دنیوی غرض سے طلاق کا حکم نہیں دیا تھا، بلکہ دینی نقصان ونماز میں کوتاہی کے امکان کے پیش نظر حکم دیا تھا۔ اور طلاق رجعی دلوائی تھی، اور پھر رجوع بھی کرالیا گیا تھا۔

ہمارے دور میں اور دیار وامصار میں کیا کوئی خسر یا ساس اپنی بہو کے طلاق دینے کا حکم کسی خالص دینی آخروی بنیاد پر دیتے ہیں؟ یا ذاتی دشمنی نفرت وکدورت سمدھانے کو نیچے دکھانے اور ذلیل وخوار کرنے کے لئے دیتے ہیں؟

اور کیا یہ سچ نہیں کہ پوری تین طلاق یعنی مغلظہ دلواتے ہیں جس میں رجعت کی گنجائش بھی نہیں رہتی، اور پھر طلاق ہوجانے کے بعد معصوم نونہال پھول جیسے پوتا پوتی یتیم اور لاوارث کی طرح انجان بن جاتے یا بنادیئے جاتے یا بنوادیئے جاتے ہیں۔

فالی اللہ المشتکی وھو المستعان۔

تقدیر نے کیا اس لئے چنوائے تھے تنکے
بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے

۷۔ مشہور فقیہ علامہ ابن تیمیہؒ سے اس سے متعلق مسئلہ دریافت کیا گیا تھا، وہ سوال اور فتویٰ بغور پڑھے جانے کے قابل ہے، جس کا ترجمہ وخلاصہ یہ ہے، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے ایک شادی شدہ شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا اور اس کی اولاد بھی ہے، اس کی والدہ اپنی بہو کو پسند نہیں کرتی ہیں اور بہو کو طلاق دیدینے کا اپنے بیٹے کو مشورہ دیا کرتی ہیں، کیا اس شخص کے لئے اپنی بیوی کو طلاق دیدینا جائز ہے؟

شیخ الاسلام نے جواب دیا (فتویٰ) اس شخص کے لئے اپنی ماں کے کہنے پر بیوی کو طلاق دیدینا حلال نہیں ہے، بلکہ اس شخص پر لازم ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک روا رکھے، لیکن اپنی بیوی کو طلاق دیدینا ماں کے سلوک سے متعلق نہیں ہے واللہ اعلم، (فتاویٰ النساء لابن تیمیہ ص ۲۴۶)

انہی شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے ایک عورت کے بارے میں معلوم کیا گیا وہ میاں بیوی دونوں باہم الفت ومحبت اور اتفاق واتحاد کے ساتھ رہ رہے تھے اس عورت کی ماں چاہتی تھیں کہ یہ عورت اپنے شوہر سے جدا ہوجائے، اس عورت نے اپنی ماں کی بات نہ مانی (اور اپنے شوہر کے ساتھ رہتی رہی) کیا یہ عورت گنہگار ہوگی۔ شیخ الاسلام نے جواب دیا الحمدللہ، جب اس عورت نے شادی کرلی تو اب طلاق وجدائی میں اپنے ماں باپ کی بات ماننا اس پر ضروری نہیں...... بلکہ اس عورت پر ضروری ہے کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرے بشرطیکہ شوہر اللہ کی نافرمانی (گناہ) کا حکم نہ دے۔ ماں باپ کی اطاعت سے زیادہ ضروری ہے۔...... اور جب ماں اپنی بیٹی اور داماد کے درمیان جدائیگی چاہتی ہیں تو وہ ہاروت اور ماروت کی قوم سے ہیں، اس عورت پر ماں کی اطاعت لازم نہیں چاہے وہ ان پر بددعاء کریں۔ (فتاویٰ النساء ص ۲۴۶)

۸۔　ایک مشہور ومعروف محکمۂ افتاء سے ایسا ہی سوال کیا گیا تھا وہ عربی سے اردو میں (محاورۃً) نقل کیا جاتا ہے، افادیت سے خالی نہیں۔

السوال:۔　ایک آدمی نے کسی عورت سے شادی کی، اور اس عورت سے اولاد بھی حاصل ہوئیں۔ پھر اس آدمی کی والدہ نے بغیر کسی سبب اور دینی عیب وکوتاہی

کے بغیر اپنے لڑکے سے طلاق دینے کا مطالبہ کر دیا... جب کہ اس آدمی کی والدہ کو اس کی بہن اور دوسرے اہل خیر حضرات نے سمجھانے منانے کی کوشش بھی کی، لیکن وہ طلاق سے کم پر راضی ہی نہیں ہیں، اور گھر سے نکل گئیں اور اپنی ایک لڑکی کے ساتھ رہ رہی ہیں۔ یہ آدمی اپنی والدہ کے اس طرح نکل جانے سے دقت میں پڑ گیا۔ اور اس کو اپنی بیوی بھی محبوب ہے اور یہ اپنی بیوی میں خیر اور بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ اب یہ آدمی کیا کرے۔ فتویٰ صادر فرمائیے۔

الجواب:۔ جب واقعہ یہی ہے جو سائل نے اپنی بیوی کی راست بازی کا ذکر کیا ہے، اور وہ اس کو پسند کرتا ہے، اور وہ اس کے نزدیک قابل قدر ہے، اور وہ اپنی ساس سے بدتمیزی نہیں کرتی، اور اس آدمی کی ماں اپنی بہو کو ناگوار سمجھتی ہیں اور اس نے اپنی بیوی کو اپنے پاس روک رکھا ہے، اور اس نے ازدواجی زندگی برقرار رکھی ہے اس کے ساتھ تو اس آدمی پر اپنی ماں کے کہنے پر اپنی بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں ہے، بہ سبب اس کے جو نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''فرماں برداری معروف میں ہے'' البتہ اس آدمی پر ضروری ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ بہتر سلوک کرے، اور اپنی ماں کی زیارت وملاقات سے صلہ رحمی قائم رکھے، اور ان کے ساتھ برابر لطف وکرم کا معاملہ جاری رکھے، اور اپنی ماں کی مالی خدمت کرتا رہے اور جو بھی ان کی ضروریات ہوں وہ پوری کرتا رہے، جس کی برکت سے ان کا سینہ کھل جائے شرح صدر حاصل ہوئے۔ (اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء ص ۲۳۰ فتاویٰ اسلامیہ، بیروت)

۹۔ اب دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ نقل کیا جاتا ہے۔

"ماں باپ کے کہنے پر بے قصور بیوی کو طلاق دینا"

الجواب : اگر کوئی محظور اور حرج اس میں لازم نہ آوے، اور ماں باپ کا امر کسی وجہ شرعی سے ہو تو ان کی اطاعت کیوجہ سے طلاق دیوے، لیکن اگر بہ وجہ اپنے مصالح کے طلاق نہ دیوے تو گنہ گار نہ ہوگا، (فتاویٰ، دارالعلوم دیوبند ۱۶ / ۵۲۰)

سوال:۔ اگر باپ اپنے فرزند کو ہدایت کرے کہ تو اپنی عورت کو طلاق دیدے، اور وہ اس پر عمل نہ کرے تو باپ کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:۔ اگر عورت بے قصور ہے، اور بیٹا مجبور ہے، اپنی زوجہ کو علیحدہ نہیں کرسکتا، تو بیٹے پر تعمیل واجب نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۶ / ۵۲۱)

۱۱۔ کویت کے محکمۂ شرعیہ سے سوال کیا گیا کہ والد اپنے لڑکے کو طلاق دیدینے کا حکم کرتے ہیں، لڑکا کیا کرے؟ يطلب الوالد تطليق زوجة ابنه ....
اجابت اللجنة ، وہاں کی مجلس شرعی نے جواب دیا کہ شوہر پر شرعاً لازم نہیں ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے، جب تک کہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ دینی امور پر قائم رہے، اور جو چیزیں شرعاً بہ حیثیت بیوی کے اس پر واجب ہیں اس میں شوہر کی اطاعت وفرماں برداری کرتی رہے، واللہ اعلم خلاصہ ومستفاد از کتاب الأحوال الشخصية، (مجموعة الفتاویٰ الشرعية، ۴ / ۲۵۴، کویت، رقم ۱۲۳۱)

۱۲۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس موضوع پر مستقل ایک رسالہ بنام "تعدیل حقوق والدین" تحریر فرمایا تھا، اس میں سے نتیجہ خیز خلاصۂ بحث درج ذیل ہے۔

إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ...... اس آیت سے دو حکم مفہوم ہوئے، ایک یہ کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق واجبہ ادا کرنا واجب ہے، دوسرے یہ کہ ایک حق کے لئے دوسرے شخص کا حق ضائع کرنا ناجائز ہے...... والدین کے حقوق اور زوجہ یا اولاد کے حقوق میں تعارض وتزاحم کے وقت ان حقوق کی تعدیل ہے...... اور اسی کلیہ سے ان فروع کا حکم بھی معلوم ہو گیا مثلاً وہ کہیں کہ اپنی بیوی کو بلا وجہ معتد بہ طلاق دیدے تو اطاعت واجب نہیں، وحديث ابن عمرؓ يحمل على الاستحباب أو على أن أمر عمرؓ كان عن سبب صحيح ۔(فتویٰ نمبر ۵۳۵ ،مشمولہ امداد الفتاویٰ جلد چہارم ص ۴۸۱ تا ۴۸۵)

۱۳۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی۔

(۱) اللہ کے ساتھ کسی چیز کو نہ شریک نہ کرو اگر چہ تم قتل کر دیئے جاؤ اور جلا دیئے جاؤ۔

(۲) اپنے والدین کی نافرمانی ہر گز مت کرو، اگر چہ وہ تم کو اہل ومال سے دستبردار ہونے کا حکم کریں۔

(۳) فرض نماز جان بوجھ کر مت چھوڑو، اس وجہ سے کہ جو شخص فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہے۔

(۴) شراب مت پیؤ، اس وجہ سے کہ یہ ہر برائی کی جڑ ہے۔

(۵) اللہ کی نافرمانی سے بچو، کیونکہ نافرمانی یہ اللہ کے غضب کے نزول کا سبب ہے۔

(۶) جہاد میں راہِ فرار اختیار کرنے سے باز رہو۔

(۷) جب لوگ وبا کے پھیل جانے کی وجہ سے ہلاک ہونے لگیں، اور تم ان میں موجود ہو تو تم وہیں جم جاؤ۔

(۸) اپنے اہل وعیال پر اپنی وسعت کے بقدر خرچ کرو۔

(۹) ان سے ادب کی اپنی لاٹھی مت ہٹا۔۔

(۱۰) اللہ کے معاملہ میں ان کو ڈراتے رہو۔

عام طور پر لوگ ساس بہو کے نزاع کے بعد اور دونوں سمدھنوں کی آپسی کہا سنی کے بعد اس حدیث کے صرف نمبر ۲ کو ہی یاد کرتے اور سناتے ہیں اور اس جملہ کے وہ معنی مراد لیتے ہیں جو ان کے دل کے بغض وعناد کے مطابق ڈھلے ہوئے ہوں۔ حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی مدظلہ اس حدیث پاک کے ترجمہ کے بعد تشریح میں تحریر فرماتے ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں پورا دین آ گیا ہے۔ عقائد بھی، عبادات بھی، معاملات بھی، اخلاقیات بھی، تقویٰ بھی، خوف خدا بھی ، اور اہل اعیال کی تربیت بھی وغیرہ ۔(الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح ۲/۴۱۳)

۱۴۔ ملّا علی قاری (وَلَا تُعَقِّنَّ وَالِدَیْكَ) ''اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا'' کی شرح فرماتے ہیں، یعنی ان کی مخالفت نہ کرنا، ان امور میں جو معصیت نہوں، اس لئے کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ (وَإِنْ اَمَرَاكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ) اگر وہ تجھ کو تیری بیوی ، یا باندی یا غلام کی طلاق یا آزادی ، یا فروخت کا حکم دیں۔۔۔ ''فَلَا یَلْزَمُهٗ طَلَاقَ زَوْجَةٍ اَمَرَاهُ بِفِرَاقِهَا ...'' پس اگر والدین بیوی کو طلاق کا حکم دیں تو طلاق دینا ضروری نہیں ہے لازم نہیں ہے،

اس لئے کہ بسا اوقات طلاق دینے کے بعد شوہر کو کلفت وزحمت پیش آجاتی ہے، لہذا اس حکم کی تعمیل کی بناء پر مرد کو طلاق کا مکلف نہیں بنایا جائے گا اس لئے کہ والدین کی محبت وشفقت کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر اپنی اولاد کے تکلیف وزحمت کا ان کو احساس ہوجائے تو وہ یہ حکم نہیں دیں۔ (ممکن ہے کہ کسی واقعہ کا والدین یا دونوں میں سے کسی ایک پر وقتی تأثر ہو جو بعد میں زائل ہو جائے) (**والتفصیل فی مرقاۃ المفاتیح لملا علی القاری، ۱/ ۱۳۳**)

۱۵۔ علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن مفلح مقدسی حنبلی تحریر فرماتے ہیں پس اگر شوہر کا باپ اس کو اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دے تو اس کی تعمیل واجب نہیں۔ اس کو اکثر اصحاب نے ذکر کیا ہے۔ میرے حضرت نے فرمایا ہے کہ ایک شخص نے ابو عبد اللہ سے دریافت کیا : کہ میری والدہ مجھ کو حکم دیتی ہیں کہ میں اپنی عورت کو طلاق دے دوں، انہوں نے فرمایا طلاق نہ دینا، سائل نے کہا کیا حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو اپنی عورت کو طلاق دینے کا حکم نہیں دیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا۔ جب تک تمہارے والد حضرت عمرؓ کے مانند نہ ہوجائیں، یعنی تم اپنے والد کے حکم پر اپنی بیوی کو طلاق نہ دیدینا۔ یہاں تک کہ تمہارے والد حق بات میں غور وفکر کرنے کے اعتبار سے اور عدل وانصاف اختیار کرنے اور نفس پرستی نہ کرنے میں حضرت عمرؓ کے مانند ہوجائیں۔

اور امام احمدؒ نے یہ وضاحت کی ہے کہ اگر ماں اپنے بیٹے کو طلاق دینے کا حکم دے تو میں اچھا نہیں سمجھتا کہ وہ طلاق دیدے۔ اس لئے کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں باپ کے حکم دیئے جانے کا ذکر ہے ماں کا نہیں۔ الخ

اور شیخ تقی الدین نے اس شخص کے بارے میں ''جس کو اس کی ماں طلاق دیدینے کا حکم دے'' فرمایا ہے۔ کہ شوہر کے لئے اپنی بیوی کو طلاق دیدینا درست نہیں ہے۔ بلکہ شوہر پر لازم ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک اختیار کرے، لیکن بیوی کو طلاق دیدینے کا تعلق ماں کی خدمت ونیکوکاری سے نہیں ہے۔

۱۶۔ ازدواجی زندگی شروع ہو جانے پر مرد کی مشغولیات، کاروبار کی ترقی کی فکر، اخراجات کا اضافہ، والدین کی خدمت میں حاضری، احباب ورفقاء کی مجلسوں کی کمی کا باعث بھی بن سکتی ہے، اور ہمیشہ تو نہیں لیکن (احیاناً) کبھی کبھار بعض دین سے دور اور ناعاقبت اندیش خواتین سے متعلق یہ بات معلوم ہوئی کہ کہیں لڑکا بیوی کی محبت میں اسی کا ہو کر نہ رہ جائے، اس لئے وہ شروعاتی دور میں ہی نوجوان جوڑے میں نفرت وکدورت اور بغض وعناد کا بیج بونے کی کوشش کرتی ہیں، بھولا بھالا شوہران باتوں کو سمجھ نہیں پاتا، نتیجۃً میاں بیوی میں دراڑ واقع ہو جاتی ہے، ان حالات میں شوہر کو بہت نزاکت وحساسیت کے ساتھ دونوں طرف کے حقوق وفرائض کا خیال رکھنا چاہئے، تاکہ طلاق کی نوبت نہ آنے پائے، اور کسی کا حق پامال نہ ہونے پائے۔

استدراک:۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عنه قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلىٰ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عليهِ وسلمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ؟ قَالَ: اُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ اَبُوْكَ۔ (رواہ البخاری ۵۹۷۱ کذا فی جمع الفوائد، رقم الحدیث ۸۲۰۴ ص ۹۳۸)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں، انہوں نے عرض کیا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا پھر تمہاری ماں، انہوں نے عرض کیا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا پھر تمہاری ماں، انہوں نے عرض کیا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا پھر تمہارے والد۔

✿✿✿✿✿

جب تمام راستے بند ہو جائیں تو عورت کے مطالبہ پر طلاق دیدی جائے

ساتھ چھوڑنا ہو تو صاف صاف کہہ دینا کھل کے زہر دیدینا چھپ کے وار مت کرنا

✿✿✿✿✿

وہ افسانہ جسے انجام تک لانا نہ ہو ممکن اسے اک خوبصورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا

ا۔ اگر امساک بمعروف نہ ہو سکے تو تسریح باحسان ضروری ہے۔ ادھر جھول میں لٹکائے رکھنا درست نہیں۔ لیکن اگر ایسی صورت حال سامنے آئے تو کیا کیا جائے؟

سوال:۔ باسم نے اپنی زوجہ پر بے حد مظالم کر رکھے ہیں، مار پیٹ، نفقہ کی تنگی، اور ناقابل بیان سختیاں کرتا رہتا ہے، اس کی بہن اور ماں اور دوسرے گھر والے بھی سخت پریشان کرتے ہیں، باسم کی زوجہ نے کئی بار ہلاکت وخودکشی کا ارادہ کیا، لیکن پھر خوف

خدا سے رکی رہی، اس درمیان کئی آدمیوں اور رشتہ داروں کو بیچ میں ڈال کر سمجھوایا، لیکن وہ کسی طرح نہ تو نفقہ وغیرہ کے حقوق ادا کرتا ہے، اور نہ انسانی سلوک کرنے کا اقرار کرتا ہے، وہ کہتا ہے : عورت کو تو جوتے سے سمجھانا چاہئے، اور تمام باتیں بیکار ہیں۔

جواب:۔ مرد کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ عورت کے جائز وشرعی حقوق پامال کر کے اسے تنگ کرے، اگر وہ اس کے حقوق ادا نہیں کر سکتا ہے، تو طلاق دے کر اس کی خلاصی کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے رشتۂ زوجیت کے لئے ہدایت دی ہے کہ ذمہ داری اور حسن اخلاق کے ساتھ زوجہ بنا کر رکھا جائے۔ اگر باسم شرعی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کو تیار نہ ہو تو اس کی زوجہ کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے حقوق کی نگہداشت عدالت مجاز کے ذریعہ کرائے، تمام کوششیں ناکام ہو جائیں تو پھر مسمّاۃ تفریق وفسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے، فقط ۲۷ رمئی ۱۹۶۸ء م ۲۸ رصفر ۱۳۸۸ھ احمد حسن غفرلہ، (فتاویٰ علم وحکمت ۲/۲۱۶)

ع
هم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

۲۔ کبھی غلطی عورت کی جانب سے ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے رشتۂ نکاح فائدہ مند ثابت نہیں ہو پاتا اس وقت کیا صورت اپنائی جائے؟ حضرت مولانا حکیم مفتی احمد حسن خان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

جواب:۔ اسلام کے سکھائے اخلاق میں سے ایک خلق یہ ہے کہ خطا کرنے والے کی خطاء معاف کر دی جائے، ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی خطائیں معاف ہوتی رہتی ہیں۔ (وَإِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَإِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ)

اس لئے مناسب یہی ہے کہ زوجہ کی غلطی کو معاف کر کے اپنے اور اس کے اخلاق کی زیادہ سے زیادہ اصلاح وآرائش کی جائے لیکن اگر اس لوہے کو اتنا زنگ لگ چکا ہو کہ اس کی اصلاح ناممکن ہے تو پھر مجبوراً طلاق کے سوہن سے کام لیا جا سکتا ہے... فقط ۴/۱اپریل ۱۹۶۸ء احمد حسن غفرلہ، (فتاویٰ علم وحکمت ص ۲۳۸ ج ۲)

۳۔سوال:۔ اگر ساس بہو میں رنجش ہو، اور والدین نہ تو طلاق کو پسند کریں، نہ یہ کہ بیوی خاوند کے پاس رہے، تو کیا خاوند بیوی سے ترک کلام کر دے؟

الجواب:۔ زوجہ کے ساتھ حسن سلوک سے رہے، اور اپنے پاس رکھے، اور ترک کلام نہ کرے، اور والدین کو بہ نرمی سمجھا دے، کہ اس کا حق ادا کرنا (بھی) ضروری ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۶/ ۵۲۷)

میری آنکھوں کو دن رات رلانے والے
تو بھی تڑپے مجھے ہر وقت ستانے والے

اَوتسریح باحسان (چھوڑنا بھی بھلے طریقے سے ہو)

۱۔　بعض اوقات شوہر نہ تو حقوق زوجیت ادا کرتے ہوئے رکھتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے ایسے مواقع پر اگر عورت چاہے تو اہل خیر وصلاح اولیاء سے مشورے کے بعد خلع لے لے، لیکن اگر شوہر خلع کو بھی تیار نہ ہو پھر عورت کیا اقدام کرے؟ حضرت مفتی حکیم احمد حسن خان صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

.....مسلم خواتین کو اس طور پر ان کے حقوق سے محروم رکھنا، اور معلق و بے طلاق چھوڑے رکھنا مردوں کا ظلم ہے، اس ظلم سے بچانے کے لئے متعلقہ برادریاں با قاعدگی کے ساتھ اپنے فیصلے دیا کریں۔ یا پھر مقامی مسلمان اس طرف دیانت دارانہ قدم بڑھائیں، تاکہ مسلم معاشرہ کا یہ اہم حصہ بے یارو مددگار یا غلط لائنوں پر چلنے والا نہ رہے، فقط ۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ م ۳/ نومبر ۱۹۸۷ء احمد حسن غفرلہ۔ (ماخوذ از فتاویٰ علم وحکمت ۲ / ۴۱۸)

میری بے تابیاں اب اس سے بڑھ کر اور کیا ہوں گی
تمہاری بزم میں آکر بھی میرا دل پریشاں ہے

۲۔　سماج یا برادریوں کی پنچایتیں یا ذمہ داران حضرات کو چاہئے کہ اگر ''امساک بمعروف اَوتسریح باحسان'' کے حالات نہ بن پائیں، اور عورت کے حق میں طلاق وتفریق کو مناسب خیال کریں اور عورت بھی تفریق کا مطالبہ کرے تو شوہر کو فیصلہ دیدینے پر مجبور کریں، جس طرح طلاق مبغوض ومحظور ہے اسی طرح ضرورت پڑ جانے پر واجب بھی ہے۔

میرا قاتل جھجکتا ہے کیوں پشت سے وار کرتا ہے کیوں
یا مقابل میں آئے میرے یا میرا راستہ چھوڑ دے

علامہ ابن نجیم مصری حنفیؒ شرح کنز میں فرماتے ہیں۔

اور طلاق دینا واجب ہے جبکہ معروف طریقہ پر عورت کو رکھنا فوت ہو جائے، جیسا کہ عورت کے مطالبہ کے بعد مجبوب وعنّین (مقطوع الذکر ونا قابل مجامعت مرد) کے لئے طلاق دینا واجب ہے۔ اور اسی لئے علماء وفقہاء نے فرمایا ہے کہ جب اچھے طریق سے رہنا فوت ہو جائے اور شوہر طلاق دینے میں لیت ولعل برتے (آنا کانی کرے) تو قاضی خود فیصلہ دیدینے میں شوہر کے قائم مقام ہو جائے گا۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۷)

ع
یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی مرے سب کے جواب میں

عوام الناس اور کمزور طبقہ یہ شکایت کرتا ہوا بھی ملا کہ ثالثین یا ذمہ دارانِ قبیلہ یا برادری باوجود خوشامد درآمد واصرار پیہم کے معاملہ سلجھانے یا فیصلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

اچھی حالت میں سبھی دوست ہوا کرتے ہیں
کون آتا ہے مگر حال پریشاں کے قریب

لیکن جہاں میجوریٹی یا حلقۂ احباب یا اصحاب ثروت کا معاملہ ہو وہاں بغیر بلائے اور بلا کسی درخواست وگذارش کے خود بخود ثالثین وحکم معاملہ حل کرنے پہنچ جاتے ہیں، اگر ایسا ہی ہے تو انتہائی بے حسی وندامت کی بات ہے، راقم الحروف کو ایک مرحوم نے

بتلایا تھا کہ میں اپنی لڑکی کا معاملہ حل کرانے کے لئے دسیوں مرتبہ ہماری قوم کے ذمیداران سے ملا، مجھ کو فٹ بال بنا دیا گیا، ایک دوسرے کے درد ہلیز پہ بھیجتے رہے ،آخرکار مجبور و مضطر ہو کر مہلا تھانہ میں جا کر لڑکی نے خود رپورٹ درج کرائی وہاں سے سادہ وردی میں دو فرد لڑکے والے کے گھر آ کر مہلا تھانہ حاضری کا حکم دے گئے، تو اسی دن رات گیارہ بجے تک پنچایت بیٹھ گئی، گویا مظلوم لڑکی کی ہزار آہوں اور بوڑھے بیمار لاچار باپ کی سینکڑوں عرضیوں نے جہاں دم توڑ دیا، وہاں مہلا تھانہ کے ایک آرڈر نے دہلا کر رکھ دیا، کتنی مفاد پرست ہے یہ دنیا۔

ذمیداران کمیٹیاں کہتی ہیں کہ ہم مصالحت اور گھر بنائے رکھنے میں ہی حصہ لے سکتے ہیں۔ طلاق میں ہم ساتھ نہیں دیں گے، واضح ہونا چاہئے کہ جب میاں بیوی کے درمیان طلاق ہی ایک آخری حل بچا ہو تو عورت کو ادھر جھول میں لٹکائے رکھنا کوئی دینداری و داشمندی نہیں ہے، طلاق نہ دلوانے سے اس عورت کی دوسری شادی بھی نہ ہو سکے گی، اس لئے شرعی طلاق دلوا کر اس کے نکاح ثانی کی راہ آسان کرنا چاہئے۔

خلع

یہ پہلے گذر چکا ہے کہ عورت کا بلا وجہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرنا موجب لعنت ہے، اس پر خدا کی پھٹکار ہے،لیکن اگر عورت کسی معقول سبب سے اور مجبوری سے تفریق چاہتی ہو، اوراس کو یہ محسوس ہو کہ اب حقوق کی ادائیگی نہیں ہو سکے گی، حدود کی پاسداری نہ کیجا سکے گی تو وہ مرد سے طلاق مانگ سکتی ہے، مرد طلاق دیدے تو ٹھیک، ورنہ عورت کو شریعت مطہرہ کی جانب سے خلع کا حق دیا گیا ہے۔ خلع سے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

۳۔ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ ۔ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۔ ۲۲۹‘البقرہ۔

(اوراے شوہرو) تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ تم نے ان (بیویوں) کو جو کچھ دیا ہو وہ (طلاق کے بدلے) ان سے واپس لو الّا یہ کہ دونوں کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ (نکاح باقی رہنے کی صورت میں) اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، چنانچہ اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، تو ان دونوں کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت مالی معاوضہ دیکر علیحدگی حاصل کرلے، یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں، لہذا ان سے تجاوز نہ کرو، اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔

عام حالات میں شوہر کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ طلاق کے بدلے مہر واپس کرنے یا معاف کرنے کا مطالبہ کرے، ہاں اگر طلاق کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہو اور شوہر کی کسی زیادتی کے بغیر ہو، مثلاً بیوی شوہر کو پسند نہ کرتی ہو، اور اس بنا پر دونوں کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ خوشگواری کے ساتھ نکاح کے حقوق ادا نہ کرسکیں گے، تو اس صورت میں یہ جائز قرار دیدیا گیا ہے کہ عورت مالی معاوضے کے طور پر مہر یا اس کا کچھ حصہ واپس کردے یا اگر اس وقت تک وصول نہ کیا ہو تو معاف کردے۔ (آسان ترجمۂ قرآن مع توضیح)

۴۔ لیکن اس وجہ سے عورت پر ظلم وستم ڈھانا اور ذلیل وخوار کرنا کہ وہ خود مجبور و مضطر ہو کر خلع کی پیش کش کردے سخت شقاوت وبدبختی، گناہ وبے غیرتی، عیاری ودنائت کی بات ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ (وَلَا تُمۡسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعۡتَدُوا) اور ان (عورتوں) کو ستانے کے لئے روک کر نہ رکھو، علامہ فخرالدین رازی علیہ رحمۃ الباری، تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ...... (۱) پہلے زمانہ میں شوہر اپنی عورت کو طلاق دیدیتا، اور وقت گذرنے دیتا، جب عورت کا تیسرا وقفہ (تیسرا حیض یا مہینہ) ختم کے قریب ہوتا تو اس کو اپنے نکاح میں رجوع کرلیتا، اور اسی طرح اس کو رجوع کرتا رہتا یہاں تک کہ عورت کے عدت میں نو یا اس سے بھی زائد ماہ گذر جاتے۔

(۲) دوسری تفسیر یہ ہے کہ عورت کو رجوع ہی اس نیت سے کرے کہ اب کے پھر ستاؤں گا، اس سے روکا گیا۔

(۳) اس پر نان نفقہ کی تنگی نہ رکھے، اس سے بطور خاص منع کیا گیا، اور جان لے کہ زمانۂ جاہلیت میں تو لوگ اس سے زیادہ حرکتیں کیا کرتے تھے، اور اس ظلم وستم کرنے تنگی میں رکھنے کا مقصد صرف یہ ہوتا کہ مجبور ہو کر خلع کرلے شوہر کو مال دیدے۔ (مستفاد از تفسیر مفاتیح الغیب جلد ششم)

۵۔ واضح رہے کہ اگر خلع وتفریق کا سبب شوہر ہے تو اس کے لئے عورت سے آزادی کے بدلہ کچھ بھی لینا دیانۃً جائز نہیں ہے، وہ میدان محشر میں جواب دہ ہوگا، لیکن اگر خلع یا تفریق کا سبب صرف عورت ہے تو عورت سے خلع کے بدلہ کچھ لیا جاسکتا ہے۔ اور جو چیز بھی لی جائے گی وہ شوہر کی طرف سے دیگئی چیز یعنی مہر سے زائد نہوگی، اس کو مہر سے زائد وصول کرے گا تو قضاءً دنیا میں لے سکتا ہے لیکن شریعت مطہرہ نے اس کو پسند نہیں فرمایا، اور ''وَاَمَّا الزِّيَادَةُ فَلاَ'' کے الفاظ نبوی بتلا رہے ہیں کہ شوہر کو ہرگز مہر سے زائد نہیں لینا چاہئے۔

٦۔ رُوِیَ عَنۡ عَطَاءٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللهُ علیهِ وسلمَ أَنَّهٗ كَرِهَ أَنۡ يَّأۡخُذَ مِنَ الۡمُخۡتَلِعَةِ اَكۡثَرَ مِمَّا اَعۡطَاهَا ، وَهُوَ صَرِيۡحٌ فِي الۡحُكۡمِ ، فَتَجۡمَعُ بَيۡنَ الۡاٰيَةِ وَالۡخَبَرِ ، فَنَقُوۡلُ : اَلۡاٰيَةُ دَالَّةٌ عَلَى الۡجَوَازِ ، وَالنَّهۡيُ عَنِ الزِّيَادَةِ لِلۡكَرَاهَةِ ، اھ، وقال مالكؒ...... لَيۡسَ مِنۡ مَكَارِمِ الۡأَخۡلَاقِ، (اوجز المسالک ۱۳ / ۱۷۹، نمبر ۱۱۵۲)

حضرت عطاء سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ قرار دیا (ناپسند فرمایا) کہ خلع لینے والی عورت سے شوہر اپنے دیئے ہوئے سے زیادہ وصول کرے، اور یہ بات حکم میں صریح ہے۔ (واضح ہے) اب آیت اور حدیث کو جمع کیا جاسکتا ہے (تطبیق کی شکل یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ آیت جواز پر دلالت کررہی ہے۔ اور زیادہ وصول کرنے سے ممانعت کراہت پر دلالت کررہی ہے۔ اھ، اور امام مالکؒ نے فرمایا..... لیکن دیئے ہوئے سے زائد لینا محاسن اخلاق سے نہیں ہے (کوئی شرافت کی بات نہیں ہے)

۸۔ وقال محمد فی "مُؤَطَّائِہٖ"...... جَازَ فِی الْقَضَاءِ، وَمَا نُحِبُّ لَہٗ أَنْ یَّأْخُذَ أَکْثَرَ مِمَّا أَعْطَاھَا ج ۱۳ ص ۱۸۰، اور امام محمد نے اپنی مؤطا میں فرمایا... کہ قضاءً لینا جائز ہے۔ لیکن ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ دیئے ہوئے سے زیادہ وصول کرے۔

۹۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

...عورت کے لئے مال کا دینا اور مرد کے لئے مال کا لینا جائز ہے، بشرطیکہ مہر سے زیادہ نہ ہو،... حضورؐ نے ثابت بن قیسؓ کو بلایا، اور فرمایا کہ تم اس سے (اپنی خلع لینے والی بیوی سے دیا ہوا) وہ باغیچہ واپس لے لو، اور اس کو طلاق دیدو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، یہ اسلام میں پہلا خلع تھا۔ (معارف القرآن ادریسی ۱/ ۴۳۳، البقرہ ۲۲۹)

کیا طلاق میں شہادت وتحریر شرط ہے؟

ا۔سوال:۔ زید نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دیدیں۔اب بکر کہتا ہے کہ گواہوں کے روبرو طلاق نہیں دی، اس لئے طلاق نہیں ہوئی، کیا طلاق میں گواہوں کا ہونا شرط ہے؟

جواب:۔ طلاق ہوجانے کے لئے شوہر کا زوجہ کو طلاق دینا کافی ہوجاتا ہے ،طلاق کے وقت گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہیں ہوتا، البتہ طلاق کے ثبوت کے لئے جبکہ شوہر کا انکار ہو، گواہوں کا ہونا شرط ہے،فقط احمد حسن غفرلہ ۹۰ ۱۳ھ م ۱۹۷۰ء ،(فتاویٰ علم وحکمت جلد دوم ص ۲۲۹)

۲۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی بلندشہریؒ ''وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَأَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ''(الطلاق۔۲) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اور اصحاب عدل میں سے اپنے دو آدمیوں کو گواہ بنالو، یہ امر استحبابی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ طلاق دینا ہو یا طلاق دینے کے بعد رجوع کرنا ہو یا طلاق بائن دے کر رجوع نہ کرنا طے کر دیا ہو تو ان چیزوں پر دو ایسے آدمیوں کو گواہ بنالو جو نیک صالح اور سچے لوگ ہوں،(تفسیر انوارالبیان ۹/ ۳۴۶)

۳۔ ایک خاتون نے حضرت مفتی حکیم احمد حسن خان صاحب دامت برکاتہم سے دریافت کیا۔

سوال:۔ میرے شوہر نے مجھے سبھی محلہ والوں کے سامنے طلاق دیدی، میں نے عدت بھی پوری کرلی ہے؟

الجواب:۔ اگر حالات یہی ہیں تو عنداللہ طلاق ہوگئی، شوہر کو طلاق نامہ لکھ کر دیدینا چاہئے۔ احمد حسن غفرلہ ۱۵/ ۲/ ۲۰۱۲ء۔

۴۔ عموماً ہمارے دیار میں نکاح باقاعدہ کاغذی کارروائی کے ساتھ منعقد کیا جاتا ہے، اس سے عورت قانونی طور پر بھی بحیثیت بیوی بندھ جاتی ہے، لیکن اگر شوہر اس کو طلاق دیدے تب بھی عورت کے پاس طلاق کا ثبوت نہیں ہوتا، اس لئے عقد ثانی میں اس کو دشواری پیش آتی ہے، آج ''أَوْ تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ'' کے تحت اس چیز کا بھی خیال کیا جانا چاہئے کہ اس کو ضابطہ کی تحریر بھی دیدیجائے، تاکہ اس کو آگے دشواری نہو، اگر شوہر زبان سے طلاق دیدے لیکن تحریر نہ دے تو وکیل و گواہان اور برادری کے با اثر لوگوں کا اخلاقی فریضہ بنتا ہے کہ وہ تحریری کارروائی کروائیں، تاکہ مطلقہ مظلومہ اَدھر جھول میں لٹکی اور اٹکی نہ رہے۔ حررہ العبد محمد ذاکر جے پوری۔ (فتاویٰ علم وحکمت ۲/ ۲٦۷)

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

۵۔

سوال:۔ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیدی، لیکن ضابطہ میں طلاق نامہ نہیں دیا، ہندہ کے والد کا کہنا ہے کہ بغیر طلاق نامہ کے ہندہ کا کہیں رشتہ نہیں ہو سکے گا، اس لئے طلاق نامہ ضابطہ میں دلوایا جائے، کیا یہ مطالبہ حق بجانب ہے؟

الجواب:۔ وباللہ التوفیق للحق والصواب۔

طلاق نامہ ضابطہ میں دیا جانا چاہئے، تاکہ مطلقہ کے نکاح ثانی میں دشواری نہ آئے، فامساک بمعروف أو تسریح باحسان (البقرہ ۲۲۹)

”فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ“ یعنی لا فارغة فتتزوّج ولا ذات زوج الخ احکام القرآن للجصاص ۱/ ۳۷۴، ... وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ، (سورۃ الطلاق ـ ۲) اس سے معلوم ہوا کہ طلاق پر شوہر کو دو گواہ بھی متعین کر لینے چاہئیں۔(فتاویٰ علم وحکمت ۲/ ۱۹۷)

۶ـ بعض حضرات طلاق تو دیدیتے ہیں، لیکن لکھ کر دینے سے کتراتے ہیں، جبکہ انہوں نے نکاح کی کارروائی تحریری طور پر گواہوں اور ولی وفریقین کے دستخط وغیرہ کے ساتھ انجام دی ہوتی ہے، اور ایسے بہت سے واقعات بلکہ حادثات سننے میں آئے کہ شوہر نے طلاق دیکر عورت کو اپنے نکاح سے باہر اور اپنے گھر سے بے دخل کر دیا۔ خود نے دوسری شادی رچالی اور ہر روز روز عید ہر شب شب برات گذارنے لگا، اپنی زندگی عیش میں اور اپنی مطلقہ بیوی کی زندگی طیش میں گذرنے لگی، لیکن جب کبھی اس بے سہارا مظلوم عورت کے نکاح ثانی کی کوئی سبیل بنی اور شوہر اول نے علانیہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ حسب دستور میرے نکاح میں ہی ہے۔ میں نے اس کو طلاق نہیں دی۔(اور شرم انتہائی شرم وغیرت اور افسوس صد افسوس کا مقام ہے کہ تمام سماج اور پوری برادری یا محلہ والے جانتے بوجھتے اور حقیقتِ واقعہ کا علم ہونے کے باوجود شہادت دینے کھڑے نہیں ہوتے فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى، خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے،...تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہے، جوجیسا کرتا ہے وہ ویسا بھرتا ہے، اور

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے، نہ مانے تو مر کے دیکھ

اور

جو جلاتا ہے کسی کو خود بھی جلتا ہے کبھی
شمع بھی جل جاتی ہے ، پروانہ جلا دینے کے بعد

خدائے قہار وجبار سے ڈرنا چاہیئے، اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ، بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے...

ہم نے تو دل جلا کے سر راہ رکھ دیا
اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی

۷۔ بعض مردوں کی یہ حرکت علم میں آئی ، کہ موبائل یا فون پر یا فیس بک وانٹرنیٹ پر یا موبائل پر بذریعہ پیغام (رسالہ) سندیش ومیسیج طلاق لکھ دیتے ہیں، جس سے بیوی پر طلاق کا ٹینشن بھی واقع ہوجائے ، اور قانونی پکڑ دھکڑ گرفت ہو بھی جائے تو حیلے بہانے انکار وغیرہ سے بچنے کی کوشش بھی کی جاسکے، واضح ہونا چاہیئے کہ جو عزت دار صاحب وقار شخص برادری یا سماج میں اس حیثیت کا مالک سمجھا جائے کہ اگر وہ بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کی جائے ، اگر وہ مرجائے تو اس کو کاندھا دیا جائے ، اگر وہ سفارش کرے تو مانی جائے ، اگر وہ کسی کی لڑکی اپنے یا اہل خاندان میں سے کسی نوجوان کے لئے مانگے یا پیغام دے تو اس کا رشتہ قبول کیا جائے۔

قوم یا سماج جس کو اتنا معزز مانتا ہو کیا اس کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ سینکڑوں افراد وشرفاء کے درمیاں جس عورت کو اپنی شریک حیات بنا کرلایا ہو اس کو فون وفیکس یا انٹرنیٹ پر طلاق دے ڈالے؟ اور اس طرح وہ تمام عہد و پیمان بالائے طاق رکھ بیٹھے؟

جس کی خاطر زمانے کو ٹھکرا دیا　　اس کی چاہت میں مجھ کو ملا یہ صلہ

غیر شرعی طلاق دیئے جانے پر کیا کیا جائے؟

مشہور فقہیہ مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ کے فتاویٰ سے ایک سوال وجواب اسی عنوان پر لکھا گیا درج کیا جاتا ہے۔

”طلاق کے مروّج دستور پر تعزیر واجب ہے“

ا۔

سوال:۔ آج کل معاشرہ میں ابغض الحلال الی اللہ کی بہتات ہے، اس کے باعث اعتداء حدود اللہ، نشوز ذہن اور کثرت بغاوت ہے، بہرحال مرد کی جانب سے جائز طلاق تو محلّ کلام نہیں، تحقیق طلب امر یہ ہے کہ بغیر عذر شرعی مرد کا طلاق دیدینا یعنی ظالم بھی خود اور طلاق دینے پر جری بھی خود۔

ایسی صورت میں طلاق شرعاً تعزیری جرم ہے یا نہیں؟ تعزیر سے مراد یہ ہے کہ اہل قبیلہ وبرادری ایسے شخص سے نفرت بالقلب کے علاوہ معاشرتی مقاطعہ (سماجی بائیکاٹ) بھی کریں، تاکہ احکام الٰہیہ سے مذاق کا سلسلہ ختم ہو۔

تو آیا یہ مقاطعہ یعنی معاشرتی ترک تعلق جائز ہوگا کہ نہیں؟ جواب سے تشفی فرمائیں، جزاکم اللہ۔

الجواب باسم ملہم الصواب۔ آج کل کے دستور طلاق میں کئی معاصی کا ارتکاب ہوتا ہے طلاق کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے اصلاح ذات البین (باہمی مصالحت وسمجھا بوجھائی) کی کوشش کی جائے، مایوسی کی صورت میں اہل صلاح (سمجھ بوجھ والے لوگوں)

سے استشارہ واستخارہ کیا جائے ، اس کے بعد بھی طلاق ہی میں خیر نظر آئے ،تو حیض (ماہواری) کے بعد قبل الوطی (ہمبستری سے پہلے) صرف ایک طلاق رجعی دی جائے ، اس کے برعکس آج کل طلاق میں مندرجہ ذیل معاصی کا ارتکاب لازم ہو گیا ہے۔

(۱) بدون غور وفکر جلد بازی۔

(۲) اصلاح کی کوئی کوشش نہیں کی جاتی۔

(۳) خاندان کے بااثر وباصلاح اشخاص سے مشورہ نہیں لیا جاتا۔

(۴) استخارہ نہیں کیا جاتا۔

(۵) حیض سے فراغت (مہواری ختم ہونے) کا انتظار نہیں کیا جاتا۔

(۶) بیک وقت دوتین بلکہ تین ہی طلاقیں لازم سمجھی جاتی ہیں۔

(۷) تین طلاقیں دینے کے بعد جب کوئی صورت واپسی کی نہیں ہوتی تو حلالۂ ملعونہ سے کام لیا جاتا ہے اور بعض تو لعنت حلالہ کے بجائے لعنت زنا میں مبتلا رہتے ہیں ۔

ان وجوہ کی بنا پر طلاق کا مرّوج دستور بلا شبہ واجب التعزیر جرم ہے،حکومت پر فرض ہے کہ ایسے جرم پر عبرتناک سزا دے،حکومت کی طرف سے غفلت کی صورت میں برادری کی طرف سے مقاطعہ (بائیکاٹ) کی تعزیر مناسب ہے،فقط واللہ تعالیٰ اعلم،(احسن الفتاویٰ ۵ / ۱۹۵)

۲۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ تین طلاق دینے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں :

ایک ساتھ تین طلاق دینے کا رواج غلط ہے، اور خلاف سنت ہے، اس پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے، اگر باز نہ آئے تو بااثر لوگ قطع تعلق اور بائیکاٹ کرلیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ پنجم ص ۳۱۶)

۳۔ وَعَنْ عُمَرَ ؓ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا أُتِيَ بِرَجُلٍ طَلَّقَ ثَلَاثًا أَوْجَعَهٗ ضَرْبًا ، (اوجز المسالک ۱۱ / ۱۸ ، دمشق) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسا شخص لا یا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہوتیں تو اس کو دردناک سزا دیتے۔

۴۔ مشہور فقہیہ مفتی محمد تقی صاحب عثمانی ایک ساتھ تین طلاق دیدینے والوں کے لئے حکومت وقت کو مشورہ دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"پھر خصوصیت کے ساتھ اس طلاق کے مسئلہ میں یہ بات بہت مفید ہوگی کہ تین طلاقیں بیک وقت دینا قانونی جرم قرار دیا جائے ، اور جو شخص اس جرم کا ارتکاب کرے اس کے لئے کوئی مناسب سزا مقرر کردی جائے ، (ص ۱۵۶، ہمارے عائلی مسائل)۔

۵۔ مفتی اعظم گجرات حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری زیدمجدہم کے فتاویٰ سے اس عنوان پر ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

"معاملۂ طلاق میں ہونے والی بے اعتدالیوں اور حکم شرعی کی خلاف ورزیوں کے سدّ باب میں آپ حضرات نے تمام باشندگانِ بستی کے اتفاق رائے سے جو کمیٹی تشکیل دی ہے۔ یہ مستحسن اور قابل تعریف ہے۔ ارشاد ربانی ہے تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ، (محمود الفتاویٰ چہارم ص ۴۴۵)۔

۶۔ ہمارے یہاں جہاں کتاب وسنت کا نظام ونفاذ نہیں ہے اور علماء احکامات خداوندی وفرامین نبوی سنا کر وماعلینا الا البلاغ ہی کہہ سکتے ہیں، ایسے حالات میں بھی تعزیر کا کیا طریقۂ کار اپنایا جائے؟ حضرت مفتی صاحب ہی کی عبارات سے استفادہ کیجئے۔

"آپ کے لئے ایک ہی صورت رہ جاتی ہے اور وہ ہے سماجی بائیکاٹ کی، لیکن اس سلسلہ میں دو باتیں ملحوظ رہیں، پہلی یہ کہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کے بقول "جماعت سے خارج کرنا ان گناہوں کے ارتکاب سے ہوتا ہے جو قطعی حرام ہیں، اور جن سے مسلمانوں کی سوسائٹی پر برا اثر پڑتا ہے۔ (کفایت المفتی ۹ / ۹۴، ۹۵) اس لئے طلاق دینے کی وہ صورتیں جو شرعاً حرام ہیں، ان میں تو آپ یہ سزا تجویز کر سکتے ہیں، اس کے علاوہ صورتوں میں نہیں، (محمود الفتاویٰ ۵ / ۴۵۰)

طلاق وتفریق کے بعد کیا طریق یا ردّعمل اپنانا چاہئے؟

۱۔ مطلقہ ماں کو بچہ کی حضانت (پرورش) پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ، وہ خود اگر چاہے تو اس کا حق حضانت مقدم ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ طلاق کے بعد بچوں کو اس پر تھوپ دیا جائے ، مسئلہ کی رو سے طلاق وتفریق کے بعد لڑکے کو سات سال کی عمر تک اور لڑکی کو نو سال کی عمر تک مطلقہ ماں اپنے پاس رکھ سکتی ہے لیکن تمام تر نان نفقہ (تعلیم وتربیت لباس پوشاک ، بیماری آزاری کا علاج معالجہ) مکمل باپ کے ذمہ ہے، نانا ماموں کے ذمہ نہیں ، اور تجربات ومشاہدات یہ بتاتے ہیں کہ باپ ماہانہ خرچہ نہیں دیا کرتا ، اگر ضابطہ کی کارروائی سرکاری طور پر کورٹ کچہری سے کرالی جائے اور باپ خود سرکاری ملازم ہو تو ماہانہ خرچہ بچوں کو مل جاتا ہے ورنہ نہیں ، اور اگر سماجی یا برادری کی سطح پر نان نفقہ طے کرایا جاتا ہے تو معزز حضرات طے کرانے اور ذمیدار بننے کے دو تین ماہ بعد خاموش ہو جاتے ہیں ، اور یوں ان بچوں کو یا ان کی ماں کو اپنے آنسوں صرف اور صرف خود کو ہی پونچھنا پڑتے ہیں۔

۲۔ طلاق کے بعد بھی یہ بچے اپنے باپ کی طرف ہی منسوب ہوتے ہیں ، أُدْعُوهُمْ لِآبَآئِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ ۔نسب ددھیال سے چلتا ہے، تو بچپن میں یہ بچے اپنے باپ سے نان نفقہ لینے سے محروم ہوتے ہیں ۔ اور بعد میں چل کر اپنے جدّی حقوق میراث وترکہ وغیرہ سے بھی محروم کر دیئے جاتے ہیں ، بعد میں کوئی مڑ کر نہیں دیکھتا ، نہ باپ ، نہ دادا ، نہ چچا تایا ، اور حیرت وافسوس اس پر ہے کہ سماجی پنچایتیں بھی اس پر یہ کہہ کر خموش ہو جاتی ہیں کہ جب تک بچہ روتا نہیں ماں دودھ نہیں پلاتی ۔ بچوں کو ماں کی

تحویل میں دینے سے دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جوان ماں کے دوسرے رشتے (پیغام) نہیں آپاتے اس لئے کہ جب حقیقی باپ نے ہی اپنے ان خون کے رشتوں سے منہ پھیرلیا تو کاغذی رشتے کیسے ان بچوں کی تربیت پر مجبور کردیئے جائیں؟ پھر ان بچوں کا بچپن تو جیسے تیسے گذر جاتا ہے لیکن بڑے ہونے کے بعد شادی بیاہ، مکان دوکان کے مسئلہ پر بعض مرتبہ گہری نزاکتیں واقع ہوجاتی ہیں، جن کا ذکر یہاں مناسب نہیں۔

مرد جب اپنی بیوی کو طلاق دیدیتا ہے، اور عورت اس گھر کی امانت (بچوں) کو اسی گھر میں چھوڑ کر چلی جاتی ہے، تو مرد کے سامنے ان رشتوں کا اصلی چہرہ بھی سامنے آجاتا ہے جو اس طلاق کے محرّک ہوتے ہیں۔ اور جب ان معصوم بچوں کو کپڑے بدلوانے والا، منہ ہاتھ دھلانے والا اور وقت پر ناشتہ پانی کو پوچھنے والا کوئی نہیں رہتا، مرد کو آخر کار یہ احساس ہوجاتا ہے کہ وہ بیویاں تو لا سکتا ہے لیکن ان بچوں کے لئے ماں نہیں۔

۳۔ مطلقہ ماں کو بچہ کی پرورش پر مجبور نہ کرنے سے متعلق حضرت مفتی حکیم احمد حسن خان صاحب کے فتاویٰ سے ایک سوال وجواب ملاحظہ فرمائیے۔

سوال:۔ زید نے ہندہ کو طلاق دیدی، ایک چھوٹا بچہ دونوں سے موجود ہے، زید کہتا ہے کہ ہندہ ہی کو بچہ کی پرورش کرنا پڑیگی، خرچہ میں دوں گا، لیکن اب ہندہ زید کے قطع تعلق کردینے سے سخت ناراض ہوکر بچہ کو اپنی پرورش میں رکھنے کے لئے تیار نہیں۔ کیا اس حالت میں ہندہ پر پرورش کے لئے دباؤ ڈالا جاسکتا ہے؟

جواب:۔ جب مطلقہ ماں بچہ کی پرورش کے لئے تیار نہیں ہے تو اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا، وَلَا تُجْبَرُ الْأُمُّ عَلَيْهِ لِأَنَّهَا عَسَتْ تَعْجِزُ عَنِ الْحِضَانَةِ، کتاب الحضانۃ، ھدایہ، (فتاویٰ علم وحکمت دوم ص ۳۹۹)۔

علامہ فریدالدین عالم بن علاء دہلویؒ فرماتے ہیں کہ...پس اگر عورت بچہ کو باپ کے پاس چھوڑ جائے تو کیا ماں کو بچے کی تربیت اور پالنے پوسنے پر مجبور کیا جائے گا؟......شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ ماں کو بچہ کی حضانت و پرورش پر مجبور نہیں کیا جائے گا مگر اس صورت میں جبکہ بچہ کا کوئی ذی رحم نہ ہو۔لیکن بقالی نے اپنے فتاویٰ میں مطلقاً لکھا ہے کہ ماں کو مجبور نہیں کیا جائے گا......لیکن اگر باپ پرورش سے منع کردے تو اس کو بیشک مجبور کیا جائے گا، (رقم مسئلہ ۷۸۳۴، الفتاویٰ التاتارخانیۃ ۵ / ۲۷۴)

۵۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ ''فَاِنۡ اَرۡضَعۡنَ لَكُمۡ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ'' (الطلاق۔۶) کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :...مگر جو بچہ پیدا ہوا ہے اگر یہ مطلقہ ماں اس کو دودھ پلائے تو دودھ پلانے کا معاوضہ لینا اور دینا جائز ہے (معارف القرآن،۸/۴۹۱)۔

۶۔ البتہ بچے شوہر کے پاس رہنے کی صورت میں ماں کو ان سے ملنے سے نہیں روکا جا سکے گا، اسی طرح اگر بچے ماں کے پاس ہوں تو باپ کو ملنے جلنے سے نہیں روکا جائے گا۔

علامہ فریدالدین عالم بن علاء تحریر فرماتے ہیں، وفی الحاوی :الولد متی کان عند أحد الأبوین لا یمنع الآخر عن النظر الیه وعن تعاهده۔ (الفتاویٰ التاتارخانیۃ ۵ / ۲۷۴ ،رقم مسئلہ ۷۸۳۵، وحکم الولد عند افتراق الزوجین ۔ ۵ / ۲۷۳ ، أیضاً ۔ وروایۃ عوف بن مالک الأشجعی باب فی فضل من عال یتامیٰ ۵۱۴۹، ابوداوٗد)۔

۷۔ بعض دوسری اقوام وملل میں یہ بات دیکھنے میں آئی کہ میاں بیوی دلوں کے نہ ملنے کی وجہ سے تفریق وعلیحدگی بڑی خاموشی سے اختیار کر لیتے ہیں، اور بند کمرہ میں تمام تر اختلافات وتصادمات کے باوجود جگ ہنسائی سے بچنے کے لئے بچوں سے متعلق امور طے کر لیتے ہیں ۔ اور تفریق کے بعد بھی ان دونوں کا بچوں سے ملنا جلنا قانونی واخلاقی حدود میں رہتا ہے ۔ لیکن حیف وافسوس وصد افسوس کہ ہمارے معاشرہ میں قرآنی احکامات، نبوی ہدایات، اور فقہی تفصیلات کے باوجود ان اخلاقی وشرعی حد بندیوں کا خیال ولحاظ نہیں کیا جاتا۔ اور بچہ جس کی تحویل میں ہوتا ہے اسی سے انس ومحبت کا تعلق رہتا ہے اور دوسرے فریق سے بغض ونفرت، عداوت وکدورت کا مخزن معلوم ہوتا ہے جہاں اس کی ایک وجہ تربیتی گھرانے یا زیر کفالت افراد کی ذہن سازی کارفرما ہوتی ہے وہیں دوسری وجہ دوسرے فریق کا برسہا برس پلٹ کر نہ دیکھنا بھی ہوا کرتی ہے، دین اسلام جس طرح عقائد وعبادات میں رہبری کرتا ہے اسی طرح زندگی کے ان تمام شعبوں میں بھی اس کا دامن تربیت خالی نہیں رہا۔ مسلمانوں کو ان شرعی ھدایات سے نکاح وطلاق اور وصال وفراق میں بھی اپنی زندگی کو آراستہ وپیراستہ کرنا چاہئے۔

۸۔ بعض مرتبہ ایسا بھی دیکھا گیا کہ طلاق وتفریق کے بعد بچوں کو ماں کے حوالہ کر دیا گیا اور چند افراد نے قانونی دباؤ سے بچائے رکھنے کے لئے یکمشت رقم ماں اور اس کے بچوں کو دلا دی کہ آئندہ کوئی حق بچوں کا باپ سے نہ رہے گا۔ اس مسئلہ کو علماء کرام سے پوچھے جانے کی ضرورت ہے کہ کیا اس طرح نفقہ کے تمام حقوق اور ترکہ ومیراث اور غمی خوشی اور زیارت وملاقات کی قیمت ادا کی جاسکتی اور لی جاسکتی ہے؟؟؟

۹۔　طلاق واقع ہوجانے کے بعدلڑکے کے گھر والےسر پرست والد یابڑے بھائی وغیرہ یکدم خاموش وتماشائی ہوجاتے ہیں۔ان کاایک ہی جواب ہوتاہےہم کیا کرسکتے ہیں،آپ جانیں اورآپ کاداماد۔اوربسااوقات زوجین میں بگاڑ کےدوران بھی لڑکے کی کمی کوتاہی سننے اوراس کی اصلاح کرنے سےلڑکے کےسر پرست (باپ دادا) یہی جملے بول کراپنے کوعلیحدہ کرلیتے ہیں کہ رکھنا تواس کو ہےہم کیا کریں؟

یادرہے کہ یہ شوہر بوقت نکاح راستہ میں سے کسی لڑکی کواٹھا کرنکاح کرکے گھر میں نہیں لےآتا، بلکہ اس کےسر پرست (والد) پہلے پیغام نکاح دیتے ہیں،وہ قبول ہوتاہےتومنگنی کرتے ہیں وہ پختہ ہوتی ہےتو تاریخ کاتعین کرکے اپنے ساتھ (حسب موقعہ ودستور) بارات لیکر پہونچتے ہیں اورنکاح کے بعد برادری وسماج کے چند ذمہ داران وشرفاء ومعززین کے درمیان عملی عہد وپیمان کے ساتھ رخصت کراکر اپنے گھرلاتے ہیں۔

بات ہربات کونہیں کہتے　　بات مشکل سے بات بنتی ہے

ارشادربّانی ہے، يَآيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (المائدۃ۔۱)

اےایمان والومعاہدوں کوپورا کرو۔

وقال تعالیٰ : وَأَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً ○ (بنی اسرائیل۔۳۴)

اورعہد کوپورا کرو،عہد کے بارے میں (تمہاری) بازبرس ہونے والی ہے۔

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا (البقرہ۔۱۷۷)

اورجب کوئی عہد کرلیں تواسے پورا کرنے کےعادی ہوں۔

وَاتَّقُوااللّٰہَ الَّذِیْ تَسَاءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْأَرْحَامَ. اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا (النساء۔۱)

اور اللہ سے ڈرو، جس کا واسطہ دیکر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو، اور رشتہ داریوں (کی حق تلفی) سے ڈرو۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے حقوق کے لئے اللہ کا واسطہ دیتے ہو تو دوسروں کا حق ادا کرنے میں بھی اللہ سے ڈرو، اور لوگوں کے حقوق پورے پورے ادا کرو، (آسان ترجمۂ قرآن مع توضیح)۔

۱۰۔ علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد الذہبی نے اپنی کتاب میں پینتالیسویں نمبر پر عہد و پیمان پورا نہ کرنے کو بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلی اللّٰہُ علیہ وسلم اَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِنْھُنَّ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِنَ النِّفَاقِ. حَتّٰی یَدَعَھَا اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ. وَاِذَا أُتُمِنَ خَانَ. وَاِذَا عَاھَدَ غَدَرَ. وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ،

عَنْ عبداللہ بن عمرو رفعہ۔ صحیحین، ارشاد نبوی ﷺ ہے جس شخص میں چار باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا، اور جس میں ان میں سے ایک عادت ہوگی اس میں نفاق کی ایک عادت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے، اور جب معاہدہ کرے تو بدعہدی کرے، اور جب جھگڑا کرے تو فسق وفجور پر اتر آئے۔ (کتاب الکبائر للدمشقی الشافعی ص ۱۸۱)۔

۱۱۔ طلاق وتفریق کے بعد عورت کو اپنے شوہر سے مہر دلوایا جائے ، اگر رخصتی نہیں ہوئی تھی تو آدھا مہر واجب الآداء ہے، اور اگر رخصتی ہو چکی تھی تو کامل مہر واجب الاداء ہے۔

واضح رہے کہ ہزار پانچسو آدمیوں کی مجلس میں قاضی صاحب اور گواہوں کی موجودگی میں شوہر بانگ دہل مہر دینا قبول ومنظور کرتا ہے، اور شب زفاف میں پہلی ہی رات میں جبکہ عورت اپنے زندگی بھر کے خوابوں کو سجا کر مستقبل کے حسین خیالوں میں محو ہو کر اور یہ سوچ کر اس گھر میں قدم رکھتی ہے کہ اب یہ مرد صاحب میرے تا دم آخر نان ونفقہ اور اخراجات وضروریات بلکہ فرمائشوں تک کے کفیل وذمیدار ہیں ۔لیکن آہ.....پہلی ہی ملاقات میں جبکہ ابھی دلہن کے رخساروں سے ماں باپ کی جدائی پر بہتے آنسوؤں کے نشان مٹے نہیں ہوتے اور اس کا دو پٹہ آنسوؤں سے خشک نہیں ہونے پاتا کہ مرد صاحب مہر معاف کرانے کے لئے اپنا دامن پھیلا کر اپنے عجز وبے بسی کا اظہار کر دیتے ہیں ، اور اس کو شرما حضوری معاف کرنا پڑ جاتا ہے، یاد رہے حدیث پاک میں وارد ہوا ہے۔

”لَا یَحِلُّ مَالُ اِمْرِئٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِّنْہُ“ بغیر خوش دلی کے کسی کا مال حلال نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی تحریر فرماتے ہیں۔ وإذا تأكد المهر ...... لا يسقط بعد ذلك ،(ردالمحتار ۲ / ۲۵۸، کوئٹہ) جب ایک بار مہر مؤکد (پکا) ہو گیا تو اس کے بعد ساقط نہ ہوگا،عورت اپنی خوشی سے معاف کرنے کی مختار ہے لیکن اس پر دباؤ بنانا کسی طرح روا اور جائز نہیں ہو سکتا۔

۱۲۔ یہ حالات وواقعات بھی بکثرت وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں کہ طلاق دیدینے کے بعد مرد کا پورا خاندان اس کا حمایتی ومعاون ومددگار بن جاتا ہے، اور سماج سے لیکر کورٹ کچہری وتھانہ پولس تک پرزور وکالت کرتا ہے، جس کی وجہ سے شوہروں کو طلاقیں دینے کی جرأت بڑھ رہی ہے۔

ع ساز کس میں جرأت انگلیاں اٹھانیکی
ہم نے شہر یاروں سے دوستی بڑھالی ہے

تحیر وتعجب ہے کہ اگر دو پیار ومحبت کرنے والے لڑکا لڑکی آپس میں اپنے اپنے اولیاء وذمیداران سے مشورہ کے بغیر نکاح کرلیں تو پورا خاندان دشمن بن بیٹھتا ہے جب کہ اس میں وصال ہے، ملن ہے، اتحاد ہے، یگانگت ہے (گرچہ راقم اس طرز عمل کا قطعاً حامی نہیں) لیکن جس طلاق سے فراق، جدائی، جنگ وجدل، دوریاں، مجبوریاں، بے تابیاں، بے ضابطگیاں، بدعنوانیاں وجود میں آتی ہیں اس بغیر مشورہ وصلاح ورائے کی طلاق سے خاندان یا گھرانہ کیوں خفا نہیں ہوتا یہ ایک راز ہے، جس کا جواب وہی لوگ دے سکتے ہیں جو اس پر عمل پیرا ہیں۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر وہاں سے اپنی فوجوں کو روانہ کرتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کریں، اس کی فوجوں میں اس کے نزدیک سب سے زیادہ قابل اکرام وہ ہے جو سب سے بڑا فتنہ پرور ہو، ان میں سے ایک آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کئے، ابلیس کہتا ہے ''تو نے کچھ نہیں کیا'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں کہ ’’ان میں سے ایک آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں ایک شخص کے پیچھے لگ گیا اور اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوادی‘‘ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ’’ابلیس اور قریب بٹھالیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے اچھا کام کیا اور تو بہت اچھا ہے‘‘ اعمش کہتے ہیں کہ ’’میرا خیال ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابلیس اس کو چمٹا لیتا ہے۔‘‘

میاں بیوی کا چوکنّا رہنا۔

فائدہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کے خطرات اور وساوس سے چوکنّا رہنا چاہئے اور میاں بیوی کو بہت ہی احتیاط سے رہنا چاہئے۔ شیطان گھروں میں گھستا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح میاں بیوی میں بدگمانی پیدا ہوجائے، اور پھر لڑائی ہو کر دونوں میں جدائی ہوجائے اور گناہوں کا سلسلہ شروع ہوجائے۔(الرفیق الفصیح جلد دوم ص ۴۴۴)

متعۃ الطلاق

۱۔ طلاق کے بعد جہاں عدت کا نان نفقہ، سکنیٰ، مہر عورت کا حق ہے وہیں متعۃ الطلاق بھی اس کا حق ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ، حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ۔(البقرہ۔۲۴۱)

ترجمہ : اور مطلقہ عورتوں کو قاعدے کے مطابق فائدہ پہونچانا متقیوں پر ان کا حق ہے۔

تفسیر :۔ جب مہر مقرر ہوا ہو تو اس صورت میں بھی مستحب ہے کہ مطلقہ عورت کو مہر کے علاوہ یہ تحفہ بھی دیا جائے، ان تمام احکام سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اول تو طلاق کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے، اور اس کا اقدام اسی وقت کرنا چاہئے جب کوئی اور صورت باقی نہ رہی ہو، دوسرے جب یہ اقدام کیا جائے تو نکاح کے تعلق کا اختتام بھی شرافت، فراخ دلی اور احترام سے خوشگوار ماحول میں ہونا چاہئے، دشمنی کے ماحول میں نہیں،(توضیح القرآن ص ۱۵۱)۔

(متعہ کو بعض نے واجب کہا اور بعض نے مستحب) یعنی متعہ مرد کو دینا پڑے گا یا کہا جائے متعہ مرد کو دینا چاہئے بہرحال عورت کو متعہ ملنا چاہئے۔

۲۔ حضرت حسنؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تھی، تو متعہ بھی دیا، مسلمانوں کے لئے اس میں سبق ہے۔

محدث ہیثمیؒ ابو اسحاق سے نقل کرتے ہیں مَتَّعَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّؓ اِمْرَأَةً بِعِشْرِيْنَ اَلْفًا فَلَمَّا أُتِيَتْ بِهَا وُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهَا قَالَتْ. مَتَاعٌ قَلِيْلٌ مِّنْ حَبِيْبٍ مُفَارِقٍ، (مجمع الزوائد ۴/ ۳۳۹) حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ایک

عورت کو بیس ہزار (درہم) بطور متعہ دیا، جب یہ رقم اس عورت کے پاس لائی گئی اور اس کے سامنے رکھی گئی، تو اس نے کہا جدائی دینے والے محبوب کی طرف سے کم تحفہ ہے۔

۳۔ شیخ نورالدین عتر تفصیل سے تحریر فرماتے ہیں کہ دارقطنی نے سُوید بن غفلۃ سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ عائشہ خشعمیہ حضرت حسن بن علیؓ کے پاس (نکاح میں) تھیں۔ حضرت علیؓ کا سانحہ پیش آیا، اور حضرت حسنؓ سے خلافت پر بیعت کر لی گئی، تو انہوں نے حضرت حسنؓ سے کہا اے امیر المؤمنین آپ کو خلافت مبارک ہو، وہ فرمانے لگے کہ علیؓ تو قتل کئے جائیں اور تم شماتت ظاہر کر رہی ہو (دشمن کے غم پر خوشی ظاہر کرنا) جاؤ، تم کو تین طلاق، راوی کہتے ہیں وہ اپنی گول چادر میں لپٹ گئیں۔ اور جب ان کی عدت پوری ہوگئی۔ تو حضرت حسنؓ نے بطور متعہ (تحفہ) دس ہزار (درہم) بھیجے اور ان کا بقیہ مہر بھی بھیجا۔ وہ کہنے لگیں جدائی دینے والے حبیب کی طرف سے کم تحفہ ہے۔ جب حضرت حسنؓ کو ان کا یہ جملہ پہونچا تو رو پڑے اور فرمایا اگر میں نے اپنے نانا کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا ”جو کوئی مرد اپنی بیوی کو ایک ساتھ یا تفریق وار تین قرؤ یا تین وقفوں سے طلاق دیدے تو اس کے لئے وہ عورت حلال نہوگی یہاں تک کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے“ تو میں اس عورت کو رجوع کر لیتا۔ (ابغض الحلال ص ۱۵۱، ۱۵۲)۔

۴۔ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں، طلّق عبد الرحمن بن عوف امرأۃ ومتعها جاریۃ سوداء، تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۴۲۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایک عورت کو طلاق دیدی تو بطور متعہ کے ان کو ایک حبشی باندی دی۔

حضرت تھانوی نے فرمایا کہ عورتیں قابل تعریف وترحّم ہیں، ان میں دو صفات تو ایسی ہیں کہ مردوں سے بھی کہیں بڑھی ہوئی ہیں۔ خدمت گاری اور عفت۔ (۸۵۴ صفحہ ۲۵۱)

نیز فرمایا کہ ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیویوں کی قدر کرنا چاہئے۔ دو وجہ سے۔ ایک تو بیوی ہونے کی وجہ سے کہ وہ ان کے ہاتھ میں قید ہیں۔ اور یہ بات جواں مردی کے خلاف ہے کہ جو ہر طرح اپنے بس میں ہو اس کو تکلیف پہونچائی جاوے، دوسرے دین کی وجہ سے کیوں کہ تم مسلمان ہو وہ بھی مسلمان ہے... پس عورتوں کو حقیر وذلیل نہ سمجھنا چاہئے اللہ تعالیٰ بے کس اور مجبور اور شکستہ دل کا تھوڑا سا عمل بھی مقبول فرما لیتے ہیں اور اس کے درجے بڑھا دیتے ہیں۔ (کمالات اشرفیہ ۵۷۰ صفحہ ۱۵۳)

طلاق کے ممکنہ اسباب وعلل جن سے بچا جائے

۱۔ طلاق کی ایک وجہ یہ بھی ہوا کرتی ہے کہ کوئی نہ کوئی کسی عنوان سے کبھی صراحتاً کبھی اشارۃً یا کنایۃً کبھی شہد میں زہر گھول کر جس کا شوہر کو احساس نہیں ہوتا، اس کی بیوی کے خلاف بھڑکاتا ہے، یا عورت کو شوہر کے خلاف اکساتا ہے اور دونوں کے درمیان شقاق ودراڑ پیدا ہو جاتی اور گہری خلیج دونوں کے درمیان بڑھتی چلی جاتی ہے، یہاں تک کہ طلاق وتفریق پر وہ رشتہ ختم ہو کر دشمنوں کی خوشی ومسرت اور اپنوں کے لئے کلفت وکدورت کا باعث بن جاتا ہے۔

عن ابن عباسٍ رضـ ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم قال : لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ اِمْرَأَةً عَلٰی زَوْجِهَا وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ عَبْدًا عَلٰی سَيِّدِهٖ ، رواہ الطبرانی فی الأوسط ،(مجمع الزوائد ۴ / ۳۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی عورت کو اپنے شوہر کے خلاف اکسائے (بھڑکائے) اور وہ شخص ہم سے نہیں جو کسی غلام کو اپنے آقا کے خلاف اکسائے (بھڑکائے)۔

۲۔ کبھی طلاق کا سبب سوتن (سوکن) ہوا کرتی ہے، اور بعض دفعہ آدمی اپنی ایک بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو دوسری ہونے والی بیوی پہلی کو طلاق دینے کی شرط لگاتی ہے۔ اس سلسلہ میں حدیث پاک سے یہ رہنمائی ملتی ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ ؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفِيَ مَا فِيْ إِنَائِهَا فَإِنَّمَا رِزْقُهَا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ،
رواه الطبرانی، (کذافی مجمع الزوائد ۴/ ۳۲۳)

ترجمہ:۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا، عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے، تاکہ انڈیل دے اس چیز کو جو اس بہن کے برتن میں ہے۔ پس بیشک اس کی روزی کا ذمہ بھی اللہ پر ہی ہے انتہٰی، اور دوسری روایت میں ہے کہ لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا، تاکہ اس پہلی بیوی کی پلیٹ کو اپنے لئے فارغ کرلے، (والتفصیل فی الدر المنضود ۴/ ۸۱، للشیخ محمد عاقل المظاہری، السہارنفوری حفظه اللّٰہ تعالیٰ)۔

۳۔ طلاق کا ایک سبب آنٹھا سانٹھا بھی ہے، اِس کی لڑکی اُس کے گھر اُس کی لڑکی اِس کے گھر۔ اسلام میں نکاح شغار سے منع کیا گیا ہے، لیکن اس کی صورت یہ ہوا کرتی تھی کہ دونوں شوہر مہر نہ دیکر اپنے گھر کی ایک لڑکی دوسرے کو دیدیا کرتے تھے، اور نکاح اس شرط پر ہی ہوتا تھا کہ دونوں باہم لڑکیاں دیں گے، اس میں لڑکیوں کا حق مہر گویا وہ غصب کرلیا کرتے تھے، موجودہ دور میں اگرچہ یہ شکل مجموعی لوازمات کے ساتھ نہیں ہوتی، لیکن جانبین سے لڑکیاں ایک دوسرے گھر بیاہ دینے کا بہرحال رواج ہے۔

ناچیز کے خیال میں اگر دونوں فریق میں اتنی پختگی اور انس ومحبت ہے کہ ہلکی پھلکی باتوں سے از حد متأثر ومنفعل نہ ہوتے ہوں اور برسہا برس کی رشتہ داریاں وتجربات اس پر شاہد عدل ہوں کہ جانبین سے بیٹی لینا اور دینا مناسب وبہتر رہے گا، تو

اچھا ہے کہ اس طرح رشتے کر لئے جائیں ،لیکن جو استفسارات وحالات ومشاہدات سامنے آرہے ہیں ان سے یہ تجربہ ہوا کہ بالعموم اس طرح رشتے نہ کرنا بہتر ہے (جواز میں کلام نہیں)

اور ایسے چند دیندار خانوادے مشہور ومتعارف بھی ہیں جن میں اس طرح کے رشتے ہوتے ہیں اور اتفاق اتحاد میں بھی نیز نظریاتی اختلاف کے باوجود بھی ان رشتوں پر کوئی فرق نہیں آنے دیا جاتا۔(مثلاً دیو بند کا مدنی خاندان ،سہارنپور کا حکیم خاندان ،رائے بریلی کا حسنی خاندان، کاندھلہ کا صدیقی شیوخ خاندان وغیرہم)۔

لہذا جن خانوادوں وگھرانوں میں باہم اتنی پختہ دینداری ، وضعداری ،نبھاؤ، صلہ رحمی کا احساس ،ملنساری ، اپنائیت وہمدردی ،نتیجہ پر گہری نظر رکھنا اورلیکر چلنا پایا جائے وہ حضرات آنٹھا سانٹھا رشتہ قائم کرلیں تو کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا، اس لئے کہ متعدد واقعات آئے دن ایسے دیکھنے میں آئے اور آتے رہتے ہیں کہ اگر ایک فریق نے طلاق دی تو دوسرے فریق نے بھی طلاق دیدی ، ایک نے بیٹی کو روک لیا تو دوسرے نے بھی روک لیا، ایک نے بہو پر ظلم کیا تو دوسرے نے اپنی بہو سے انتقام لیا، اور اگر دوسرے شوہر نے ناجائز استحصال سے انکار کیا تو اس کے اقرباء نے اس کو ظلم ڈھانے پر مجبور کیا، اور بسا اوقات دونوں میں سے جو زیادہ سخت مزاج فحش گو ثابت ہوا وہ غالب آیا جو نرم پڑا اور شرافت کو اپنایا وہ مغلوب ومقہور ہوا۔ اور اس طرح رشتہ داری کا توازن بگڑ کر رہ گیا۔

۴۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتاویٰ میں سے اس موضوع پر ایک سوال اور اس کا جواب نقل کیا جاتا ہے۔

سوال :۔　　　　ان سے ایسے لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا، جن میں سے کوئی کسی کی بہن سے شادی کرتا ہے اور وہ اس کی بہن سے یا اس کی بیٹی سے شادی کرتا ہے، اور جب کبھی یہ شخص خرچ کرتا ہے تو وہ بھی خرچ کرتا ہے۔ یہ کپڑے پہنا تا ہے تو وہ بھی کپڑے پہنا تا ہے، اور اسی طرح ہر معاملہ میں ہوتا ہے، اور یہی طریقہ خوش رکھنے اور غصہ ہونے میں رہتا ہے، یہ راضی رہتا ہے تو وہ بھی راضی رہتا ہے، یہ اپنی بیوی کو سزا دیتا ہے تو وہ اپنی بیوی کو سزا دیتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس طرح کیا جانا درست ہے؟

الجواب :۔　　　　الحمدللہ۔ دونوں شوہروں پر لازم ہے کہ اپنی اپنی بیوی کو معروف طریقہ پر رکھیں، یا بھلے طریق پر آزاد کریں، لیکن یہ حق کسی کو نہیں ہے کہ دوسرے شوہر کے طرز عمل پر لٹکائے رکھے، اس لئے کہ عورت کا اپنے شوہر پر مستقل حق ہے۔

ایک عورت کا حق اس کے باپ یا بھائی کے کسی ظلم کی وجہ سے ساقط نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ایک کا بوجھ دوسرا نہیں ڈھوئیگا)

پس اگر ان دونوں میں سے ایک اپنی بیوی پر ظلم ڈھائے تو اسی پر واجب ہے کہ حق وانصاف کو قائم کرے، اور دوسرے کے لئے حلال نہیں ہو جائے گا کہ وہ اپنی بیوی پر اس لئے ظلم کرے کہ وہ پہلے ظالم شوہر کی لڑکی ہے، اور جب ان دونوں میں سے ہر ایک اس بنیاد پر اپنی اپنی بیوی پر ظلم کرے گا کہ دوسرے نے (اس کی بہن یا لڑکی پر) ظلم کیا ہے، اس صورت میں وہ دونوں شوہر سزا کے مستحق ہوں گے، اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی بیوی کو مکمل اختیار حاصل ہے کہ اپنے اپنے شوہروں سے اپنا حق طلب کریں۔

اور اگر بوقت نکاح یہ شرط لگا بھی لی تو یہ شرط نکاح شغار کی جنس سے باطل سمجھی جائیگی۔ اور نکاح شغار کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کی بہن یا لڑکی سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اپنی بہن یا لڑکی اس کے نکاح میں دے، تو پھر یہ تو کیسے ہوسکتا ہے کہ اس بنیاد پر اس سے شادی کرے کہ اگر وہ اس کی لڑکی کے ساتھ انصاف کرے گا تو وہ اس کی لڑکی کے ساتھ انصاف کرے گا، اور اگر وہ اِس کی لڑکی کے ساتھ ظلم کرے گا تو یہ اس کی لڑکی کے ساتھ ظلم کرے گا۔

اس کے حرام ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ دراسۃ وتحقیق وتعلیق۔ ابراہیم محمد الجمل۔ (فتاویٰ النساء لابن تیمیہؒ ص ۲۲۴)

۵۔ طلاق کا ایک سبب عورت کی عزت نفس پر حملہ کرنا ہے، جس کو عامیانہ زبان میں ''ڈھال کر سنانا'' ''جلی کٹی سنانا'' ''چھینٹا کشی کرنا'' ''طعن کسنا'' ''نمک مرچ چھڑکنا'' ''چٹکی لینا'' ''فقرہ کسنا'' ''بھانڈنا'' وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ذیل میں چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) عن أبي هريرة ؓ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهٗ وَعِرْضُهٗ وَدَمُهٗ، حَسبِ امْرُئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يُّحَقِّرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، سنن أبی داؤد مع البذل ج ۵ ص ۲۵۴۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ ؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد فرماتے ہیں : ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر اس کا مال اور اس کی آبرو اور اس کا خون حرام ہے۔ کسی بھی آدمی کے برا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلم بھائی کی تحقیر وتذلیل کرے۔

(۲) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ؓ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللهُ علیهِ وسلمَ وَأَرْبَی الرِّبٰوا اِسْتَطَالَةُ الرَّجُلِ فِي عِرْضِ اَخِيْهِ ، الجامع الصغیر ۲۲/۲۔

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازب ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا : سب سے بڑا سودا اپنے بھائی کی آبروریزی ہے۔

(۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اِسْتَطَالَةُ الْمَرْءِ فِيْ عِرْضِ اَخِيْهِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ ، (رواہ ابو داؤد ۴۸۷۷)۔

فرمان نبوی ہے کہ : سب سے بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ آدمی کا اپنے مسلم بھائی کا ناحق آبروریزی کرنا ہے'' (اپنے مسلمان بھائی کی عزت سے کھلواڑ کرنا، اس کی عزت نفس سے کھیلنا)۔

(۴) عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنهما أَنَّهٗ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا ۔(رواہ الترمذی ، رقم الحدیث ۲۰۱۹ ص ۱۸۵۴)۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا ایمان والا لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔

(۵) عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ ؓ عن النبی ﷺ قال : لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ الخ (رواہ مسلم، رقم الحدیث ۳۰۲ ص ۲۹۶)۔

ثابت بن ضحاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ : ایمان والے کو لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے مانند ہے۔

(۶) عَنْ أَبِيْ مُوْسیٰ رضی الله عنه قال : سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ أَفْضَلُ ؟ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ، (رواه الترمذی ۲۵۰۴)۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا : مسلمانوں میں سے کونسا مسلمان بہتر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے عامۃ المسلمین محفوظ رہیں۔

اس روایت میں ہاتھ سے پہلے زبان کو ذکر فرمایا گیا ہے، اس لئے کہ ہاتھ سے مار دھاڑ قلیل الوقوع ہے اور زبان سے سنانا ،ستانا ، جتانا ، چڑانا، لگانا بھنانا (چغلخوری) کثیر الوقوع ہے زبان چلانے کے لئے قوت وطاقت شجاعت و بہادری کی ضرورت نہیں ہوتی ،کمزور وناتواں ، بچہ بوڑھا، بیمار آزار کوئی بھی زبان سے تکلیف دے سکتا ہے۔ حد تو یہ کہ فریق مخالف سامنے نہ ہو تب بھی غیبت، چغلخوری کے ذریعہ تکلیف پہنچائی جاسکتی ہے، اور بعض دفعہ حقیقت واقعہ، حقیقت حال، جو بات ہے وہی تو کہہ رہا ہوں'' کے ذریعہ اصل برائی پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

پھر ہاتھ کی تکلیف کا علاج آسان ہے اور زبان کی تکلیف بسا اوقات پچاسوں سال بلکہ اخیر دم تک دل میں پھانس بن کر ستاتی ہے۔

عربی شاعر نے سچ کہا ہے جس کو علامہ عبدالرحمن جامی نے شرح جامی میں نقل کیا ہے۔

جراحات السّنان لها التيام　　ولا يلتام ما جرح اللسان

نیزوں کے زخموں کا گھاؤ بھرنا ممکن ہے　　لیکن زبان کے دیئے زخم نہیں بھر پاتے

(۷) أَبْغَضُ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ، (کنز العمال ۷۹۲۶)۔

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند (رحمت سے دور) وہ شخص ہے جو بہت جھگڑالو ہو۔

(۸) عَنْ مُعاذِ بْنِ جَبَلٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وسلم مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ قال احمد: قالوا: مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ، (ترمذی ۲۵۰۵)۔

حضرت معاذ بن جبل ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا جس کسی نے اپنے بھائی کو اس کے گناہ پر عار دلائی (ذلیل کیا، طعنہ مارا) وہ اس وقت تک نہ مرے گا جب تک کہ خود اس گناہ کو نہ کر لے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں یعنی ایسے گناہ پر عار دلائی جس سے وہ توبہ کر چکا ہو۔ انتہیٰ ، (اور یہ معلوم نہیں کہ کسی نے توبہ کی یا نہ کی، لیکن حسن ظن ایمان والے کے ساتھ یہی ہونا چاہئے کہ اس نے توبہ کر لی ہوگی)

عدل وانصاف فقط حشر پر موقوف نہیں
زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

(۹) قال اللہ تعالیٰ: وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ، خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے، عیب چننے والے کی، یعنی اپنی خبر نہیں لیتا، دوسروں کو حقیر سمجھ کر طعنے دیتا ہے، اور ان کے واقعی یا غیر واقعی عیب چنتا رہتا ہے۔ (ترجمہ و تفسیر، حضرت شیخ الہندؒ و حضرت عثمانیؒ)۔

اوروں پہ معترض تھے لیکن جب آنکھ کھولی
اپنے کو ہی ہم نے گنجِ عیوب پایا

....

ہم کسی کو کیوں کہیں منھ سے برا اپنے ظفر
ہم ہی ہیں سب سے برے ہم سے برا کوئی نہیں

اپنی زیر تربیت وزیر اثر افراد کی نگرانی ودھیان اور احتیاط تو مکمل رکھی جائے، لیکن خواہ مخواہ کی کھود کرید نہ کی جائے۔

(۱۰) عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا ، اِنَّكَ اِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ۔سنن أبي داؤد، كتاب الأدب۔

اگر تم لوگوں کی کمی کوتاہیوں کے درپہ ہوجاؤ گے، تو ان کو بگاڑ دو گے یا قریب ہے کہ تم ان کو بگاڑ دو، انتہی۔

یعنی اگر تم بلا وجہ چوں وچرا کرو گے اور ان کے عیبوں کی کھود کرید کرو گے تو ان کو بے شرم و بے حجاب بنا دو گے، اور رہا سہا ادب وغیرت اور لحاظ ومروت بھی مٹا دو گے۔ پھر وہ ایسی کوتاہیاں کھلم کھلا علانیہ بکثرت بے جھجک کرنے لگیں گے، اور بار بار کی روک ٹوک سے ان میں تکدر وبغض وکینہ سرایت کر جائیگا۔ (مستفاد از بذل المجہود ۵/ ۲۵۵، تحیوی)

۶۔ شوہر کو چاہیئے کہ کبھی طلاق کی قسم نہ کھائے، اور نہ ہی شوہر کو طلاق کی قسم کھلائی جائے، بعض مواقع پر شوہر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر طلاق کی قسم کھا بیٹھتا ہے، اور بہت سے اس جہالت کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں کہ تین طلاق پر کسی فعل

کے کرنے یا نہ کرنے کومُحوَّل کر دیتے ہیں، بعد میں سزا عورت کو بھگتنا پڑتی ہے۔
''واقعہ'' ایک شخص کے تعلقات اپنی پھوپھی سے بگڑ گئے، لین دین ملنا جلنا ختم ہو گیا، اس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اگر میری پھوپھی کے گھر چلی گئی تو تجھ کو تین طلاق۔ کچھ دنوں بعد پھوپھی کے گھر شادی بیاہ کی تقریب آئی اس نے اپنے بھائی بھتیجوں کو منالیا اور وہ سب گھر والے پھوپھی کے گھر شادی کی تقریب میں چلے گئےلیکن اس شخص کی بیوی تن تنہا اسی گھر میں رکی رہی، وہ شادی کی تقریب میں شریک نہوسکی، جس کا کوئی قصور نہ تھا اس نے سزا بھگتی اور جن کی آپسی رنجش وعداوت ہوئی تھی انہوں نے مزے لئے، اگر وہ شخص غصہ میں اپنا سر پھوڑ لیتا، یا مکان دوکان کے کاغذات پھاڑ دیتا، جلا دیتا، یا اپنا سرمایہ ضائع کر دیتا تو پھر بھی قرین قیاس تھا،لیکن یہ کیسا غصہ کہ زندگی میں ایک ہی بار غصہ آیا اور وہ بھی خاں بہادر کو اپنی لُگائی پر اور وہ بھی بغیر کسی بنیاد کے، کیا کہنا اس مرد کی اس بہادری ودوراندیشی کا۔ کتنا باوقار اور سنجیدہ دوراندیش غصہ ہے کہ جب بہادر سے سابقہ پڑے تو یہ کہکر بات ختم کر دے ''تجھے اللہ سمجھے گا'' اور جب کمزور وناتواں سے سابقہ پڑے تو پرزور وار کرے؟؟؟

۷۔ شیخ احمد محمد عسّاف تحریر فرماتے ہیں:۔ طلاق کا حلف اٹھانا حرام ہے، پس مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ طلاق کو یمین بنائے (قسم بنائے) کسی فعل کے کرنے پر یا اس فعل کے نہ کرنے پر طلاق کا حلف اٹھائے، یا طلاق کے ذریعہ اپنی بیوی کو دھمکائے ڈرائے۔ مثلاً ''اگر تو نے ایسا کیا تو تجھے طلاق''۔ پس بیشک دین اسلام میں قسم کھانے کے لئے مستقل طور پر الفاظ موجود ہیں۔ ان کے علاوہ قسم کھانے کی اجازت ہی نہیں ہے، اور مخصوص طریقہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے۔

اوررسول کریمؐ ارشاد فرماتے ہیں جس نے اللہ کے علاوہ کی قسم کھائی تحقیق کہ اس نے شرک کیا ۔ ” مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ “ (رواہ ابو داؤد، والترمذی، والحاکم)،

ترجمہ: جوشخص قسم کھائے وہ اللہ کی ہی قسم کھائے یا پھر خاموش رہے۔

”مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ أَوْ لِيَصْمُتْ“ (رواہ مسلم، کذا فی ۔ الحلال والحرام ص ۲۰۲)۔

اور رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ” مَلْعُوْنٌ مَنْ حَلَفَ بِالطَّلَاقِ وَحَلَّفَ بِهِ “ وہ شخص ملعون ہے جو طلاق کا حلف اٹھائے اور طلاق کا حلف اٹھوائے ۔(الحلال والحرام ص ۲۰۶)۔

(ملعون من حلف بالطلاق و حلّف به کشف الخفاء للعجلونی ۲۳۳۴)

۸۔ نکاح پڑھانے والے قاضی حضرات دولہا سے عام طور پر تین دفعہ قبول کرواتے ہیں ،دولہا سمجھتا ہے کہ تین دفعہ کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ، اور اس اہتمام والتزام کو دیکھ کر وہ سمجھتا ہے کہ طلاق بھی تین دفعہ کے بغیرنہیں ہوگی ، اور جب تصادم وتزاحم ہوتا ہے تو پوری تین طلاق دے بیٹھتا ہے ۔اس لئے قاضی حضرات بلا ضرورت شرعی تین دفعہ قبول کرانے کا التزام نہ فرمائیں ۔ایک بار کلمۂ توحید سے آغوش اسلام میں داخلہ ہوجاتا ہے، اور ایک بار کے کلمہ کفر سے خروج ہوجاتا ہے اسی طرح تمام معاملات ایک دفعہ کے ایجاب وقبول سے شرعاً نافذ وصادر ہوجاتے ہیں ۔

۹۔ ناچیز کے علم میں (یقینی قطعی متواتر طریق پر) ایسے واقعات آئے ہیں کہ جس طرح سسرال کی معمولی معمولی (چھٹ پٹ واقعات) بار بار اپنے میکے میں کہنا نتیجہ کے اعتبار سے نقصان دہ ہوتا ہے اسی طرح نا تجربہ کار نوعمر شوہر کا میاں بیوی کے درمیان کی چھوٹی موٹی باتوں کو اپنے گھر والوں سے بطور شکایات کہنا و بیان کرنا بھی میاں بیوی کے درمیان رشتہ میں دراڑ و نزاع کا سبب بنتا ہے۔ بغض و کدورت بڑھاتا ہے۔ راز میرا عدو سے کہتے ہو بات پچتی نہیں ذرا تم سے داغؔ

شوہر اپنے گھر والوں کو اپنا ہمدرد و بہی خواہ جان کر و سمجھ کر میاں بیوی کے باہمی اختلافات ان کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ اور اس کے عزیز و اقارب بظاہر خیر خواہی دکھاتے اور طلاق دینے سے منع کرتے اور معاشرے میں بدنامی کا خوف دلاتے ہیں لیکن اندرونی طور پر بہو سے کسی ناچاقی یا اختلاف یا پرانی رنجش ہونے کی وجہ سے اور کبھی سمدھانے کے کسی فرد سے نفرت و عناد ہونے کی وجہ سے بہت ہی خوبصورتی و باریکی سے طلاق پر اکساتے بھی رہتے ہیں۔ بطور استشہاد و اثبات دعوی یہ واقعہ عرض ہے کہ ایک مرتبہ ایسی ہی کسی مجلس میں راقم حاضر تھا شوہر طلاق کی دھمکی دے رہا تھا۔ اس کی ماں و بہنیں منع کر رہی تھیں، شوہر کے جانے کے بعد بذات خود سنا کہ ''یہ بھڑوا کیا طلاق دے گا، ارے یہ تو اسی طرح برسوں سے بڑ بڑ کر رہا ہے، کبھی آج تک طلاق دی تو نہیں'' وغیرہ۔

غرض شوہر کی والدہ و حقیقی بہنوں کی گفتگو سے صاف جھلک رہا تھا کہ ان پر بیٹے و حقیقی بھائی کی محبت کی بہ نسبت بہو یا بھاوج کی نفرت و بغض و عناد غالب آرہا تھا۔

الٰہی آبرو رکھنا بہت نازک زمانہ ہے　　دلوں میں بغض رکھتے ہیں بظاہر دوستانہ ہے

(بظاہر اس نامناسب) مضمون کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ شوہر اپنی ذمیداری خود سمجھے، اگر ضرورت پیش آجائے اور رہنمائی درکار ہوتو کسی ایسے شخص سے صلاح ومشورہ لے جوخوف خدا رکھتا ہو، جوفریقین میں نہ کسی کا حامی ہو نہ مخالف، جن میں سے ایک عالم باعمل صاحب بصیرت بھی ہے، (لیکن یہ راقم الحروف کی ذاتی حقیر رائے ہے، کوئی قطعی حتمی شرعی فیصلہ نہیں)۔

اسی طرح دولہا دلہن دونوں کے اہل خانہ و بزرگوں کو بھی آنکھ بند کرکے اپنے اپنے بیٹا بیٹی کی اپنے فریق کی شکایت کو تسلیم نہیں کرلینا چاہیئے، ماں باپ یہ سوچتے ہیں کہ میری اولاد دودھ کی دھلی ہے فرشتہ صفت ہے، وہ کبھی کذب بیانی ودروغ گوئی نہیں کرسکتی، جبکہ راقم الحروف ثقہ ذرائع سے یہ بات جانتا ہے کہ بسا اوقات شوہر اپنے گھر والوں کو ان کے ساتھ اپنی وفاداری وہمدردی نیک سلوک یا حکمت عملی کے بعد اپنی بیوی یا اپنے خسرالی رشتہ داروں پر جھوٹ گڑھتا ہے، تہمت لگاتا ہے، مثلاً یہ کہ تمہاری بہو مجھ سے تمہارے خلاف یہ بات کہہ رہی ہے اور بسا اوقات ایسے مشاہدات وتجربات سامنے آتے ہیں کہ میاں بیوی نے آپس میں سازش رچی، کہانی بنائی اور شوہر نے سب کے سامنے بیوی کو ڈانٹا اس کی برائیاں کیں اس کو چھوڑنے کی دھمکی دی، جبکہ اندرون خانہ دونوں ایک ہوتے ہیں، اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ گھر والے کہیں جائداد وغیرہ سے نظر انداز نہ کردیں، وغیرہ وغیرہ۔

زوجین ایک دوسرے کے حقوق کی مکمل ادائیگی کی کوشش کریں، مرد کا یہ سمجھنا کہ ''آخر یہ آئیگی تو یہیں، جائے گی کہاں''؟ اور اس زعم وگھمنڈ میں عورت کو اس کے میکے چھوڑے رکھنا ظلم وستم اور ناانصافی ہے۔ اسی طرح عورت کا مرد کو حقوق زوجیت کی ادائیگی اور تخلیہ سے روکنا اور یہ سمجھنا کہ آخر جائے گا کہاں؟ آئے گا تو یہیں۔ اور شوہر کو بار بار اسی خوش فہمی ومغالطہ میں مناتے رہنے پر مجبور کرنا اس کی رذالت ودناءت ہے، زوجین کی یہ حرکات طلاق وتفریق تک پہونچا سکتی ہیں۔ جو شریعت کی نظر میں مبغوض وناپسندیدہ ہے۔

تحریر یار نے نہ پڑھی میری مدتوں رکھے ہی رہے طاق میں عرضی گزر گئی

....

عرض احوال کو گلا سمجھے کیا کہا میں نے آپ کیا سمجھے داغؔ

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه

سیدنا محمد وآله واصحابه اجمعين

آمين يارب العالمين برحمتك ياارحم الراحمين۔

دار المطالعہ فاروقیہ، بڑوالی مسجد، جے پور

بیادگار : فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حسب ایماء : حضرت مفتی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ۔ ۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰ء

دار المطالعہ فاروقیہ اکابر علماء اور اعیان شہر کے مشورہ سے قائم کیا گیا تھا جس کا اولین مقصد اہل علم وباذوق حضرات کی خاطر مطالعہ کے لئے کتابوں کی فراہمی ہے۔ الحمد للہ دار المطالعہ یہ خدمت خاموشی کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے اور معاونین، مستفیدین سب کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

(م۔ش۔ق۔)